جلے جاتے ہیں بڑھ بڑھ کر مٹے جاتے ہیں گر گر کر
حضورِ شمع پروانو ں کی نادانی نہیں جاتی

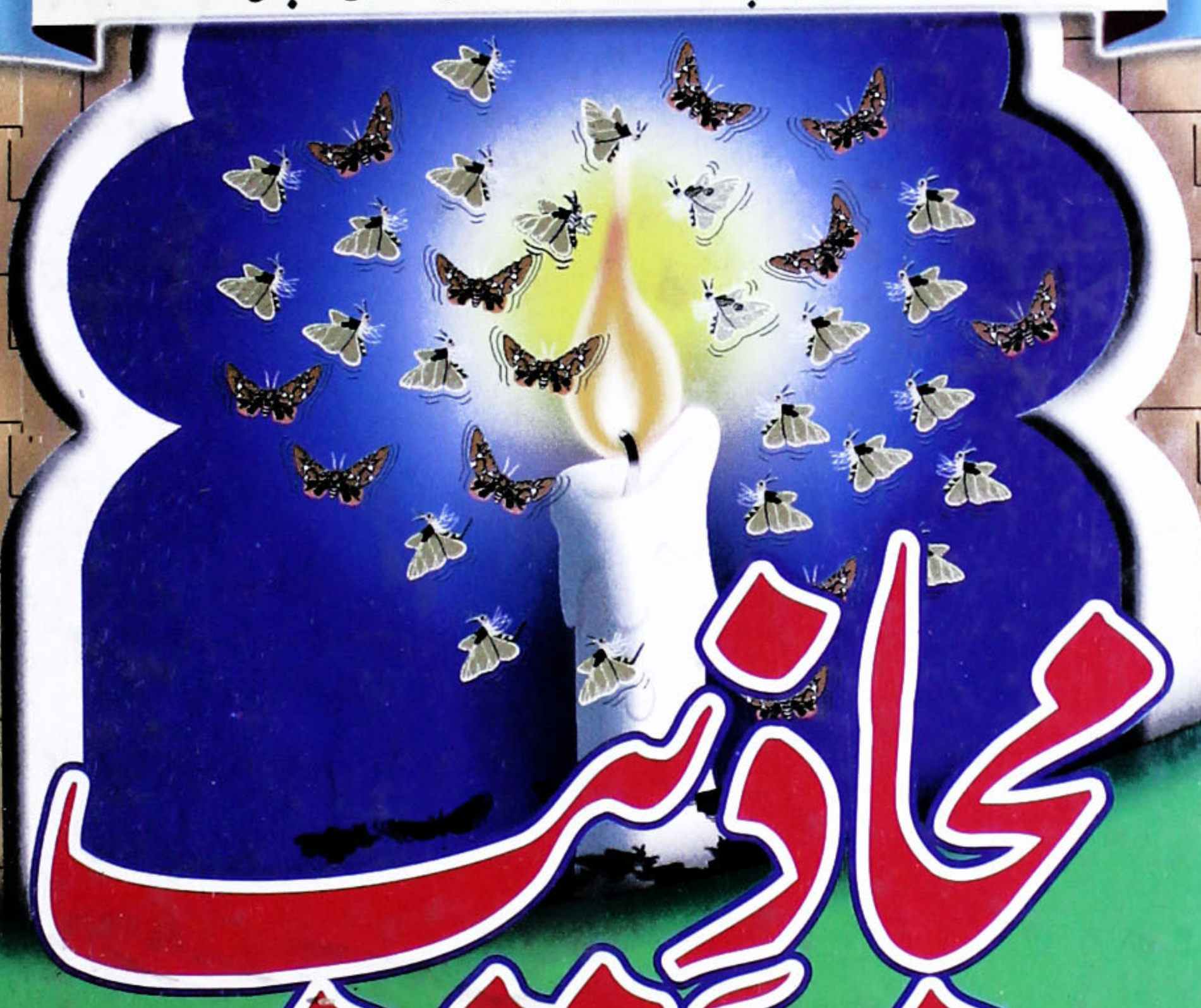

مجاذیب

قریب ہو کر جو کوئی دیکھے عجیب حالت ہے اہل دل کی
کبھی دو عالم سے باخبر ہیں، کبھی خود اپنا پتہ نہیں ہے

مجاذیب کے عجیب و غریب اثر انگیز واقعات

سیّد امین گیلانی

مکتبۃ الحسن

Marfat.com

5863

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلے جاتے ہیں بڑھ بڑھ کر مٹے جاتے ہیں گر گر کر
حضورِ شمع پروانو ں کی نادانی نہیں جاتی

مجاذیب

قریب ہو کر جو کوئی دیکھے عجیب حالت ہے اہل دل کی
کبھی دو عالم سے باخبر ہیں، کبھی خود اپنا پتہ نہیں ہے

مجاذیب کے عجیب و غریب اثر انگیز واقعات

سید امین گیلانی

مکتبۃ الحسن

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

81960

نام کتاب.....مجاذیب

مصنف .....سید امین گیلانی

بااہتمام.....عبدالقدیر

ناشر.....مکتبۃ الحسن

33۔حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

قیمت.....

اسٹاکسٹ

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ نبویہ ایبٹ آباد

Marfat.com

ذخیرہ

فہرست

- انتساب ۵
- مجاذیب ۶
- پہلا مجذوب حضرت اویسؒ قرنی ۱۱
- رابعہ بصریہؒ ۱۴
- امام غزالیؒ اور مجذوب بچہ ۱۷
- مجذوب شہزادہ ۱۹
- سَرمَدؒ ۲۴
- ضامن شہید ۲۹
- دھلی کا ایک مجذوب ۳۱
- اللہ کے گھر والی ۳۲
- ایک مجذوب اور ایک نازنین ۳۵
- بلبل چہ گفت ،گُل چہ شنید وصَبا چہ گَرد ۳۷
- بھکاری کا ایک ایک بال اللہ کے ذکر میں مشغول ہے ۳۹
- ایبٹ آباد کا ایک مجذوب ۴۰
- رِجَالُ الْغَیب کا واقعہ ۴۱
- شنکیاری کا مجذوب ۴۲
- یہ عورت ایک چھلانگ لگا کر دوزخ سے جنت میں پہنچ گئی ۴۴

Marfat.com

❀ پاکستان کا صدر مر گیا	۴۶
❀ مدینہ شریف میں مجاذیب	۴۷
❀ اللہ کا ولی مجذوب	۴۸
❀ قُطبِ وقت کی زیارت	۴۹
❀ فقیر والی کا اجنبی مجذوب	۵۰
❀ مولانا سید عبدالجبارؒ کی ایک مجذوب سے ملاقات	۵۶
❀ منچن آباد میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کی تقریر	۵۹
❀ مجذوب بڑھیا اور حاجی رحمت علی	۶۲
❀ ایک مجذوب یتیم بچہ	۶۶
❀ مکھو جان صاحب جان	۶۹
❀ ایک سفر کی حکایت	۷۱
❀ ایک قلندر ایک مجذوب	۷۳
❀ اوکاڑہ میں ختم نبوتؐ والوں کا جلسہ	۷۵
❀ شہدہ	۷۷
❀ میرے پیچھے فرشتے نماز پڑھتے ہیں	۷۸
❀ پٹائی کرنے والے بہاولپوری مجذوب	۷۹

❀❀❀

Marfat.com

انتساب

اُن علماءِ کرام کے نام جنہوں نے شریعت مطہرہ کی حفاظت کو مقدم سمجھا اور مجاذیب کی مجذوبانہ صورت حال کو شریعت کی میزان پر پورا نہ اُترنے کے باعث اُن کے خلاف فتاویٰ صادر کر کے اُنہیں اُن کے انجام تک پہنچا دیا کہ عام مسلمان کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔

جزاکم اللہ احسن الجزا

سید امین گیلانی

❀❀❀

Marfat.com

مجاذیب

قریب ہوکر جو کوئی دیکھے عجیب حالت ہے اہلِ دل کی
کبھی دو عالم سے باخبر ہیں کبھی خود اپنا پتہ نہیں ہے

جس موضوع پر لکھنے کے لئے میں نے قلم اُٹھایا ہے وہ موضوع نہایت دقیق اور پیچیدہ ہے میری یہ کوشش ہوگی کہ سہل الفاظ اور عام مثالوں کے ساتھ اِس موضوع کو عام اذہان کے لئے قابلِ فہم بنا سکوں۔

یہ بات بھی واضح کردوں تو بہتر ہوگا کہ میرا یہ مضمون اُن خواص کے لئے نہیں جو سلوک کی منزلوں سے آشنا ہیں اور عشق ومحبت کے رموز واسرار سے بخوبی واقف ہیں بلکہ صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جو علمی طور پر اس راہ کے پیچ وخم کو سمجھنا چاہتے ہوں۔

لہٰذا اہلِ نظر اور صاحب دل حضرات سے معافی کا خواستگار ہوتے ہوئے اپنے فہم اور معلومات کے مطابق ناآشنایان راہِ طریقت وتصوف سے مخاطب ہورہا ہوں اب میں قارئین کرام سے عرض کرتا ہوں کہ مجذوب کیا چیز ہے اور اس کی حیثیت کیا ہے؟ لغوی معنوں میں جاذب جذب کرنے والے کو اور مجذوب جذب ہوجانے والے کو کہتے ہیں۔ جیسے عامل وہ ہے جو عمل کرے اور معمول وہ ہے جو عامل کے زیر اثر ہو معمول کا اپنا کوئی ارادہ کوئی خیال نہیں ہوتا وہ عامل کے خیال اور ارادہ کے تحت حرکات وسکنات پر مجبور ہوتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ وہ مردہ بدستِ زندہ ہے یہ بات بھی واضح کرڈوں کہ مجذوب اعلیٰ مقام کا حامل نہیں ہوتا کیونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تو عمل سے ملتا ہے

Marfat.com

اور مجذوب ہوش وحواس کھو کر عمل سے عاری ہوجاتا ہے اس لئے اہل علم وعمل کے سامنے وہ مقام کے لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہاں وہ قابل رحم اور لائق توجہ ضرور ہوتا ہے۔

ایک مثال دے کر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں انشاء اللہ آپ ضرور سمجھ جائیں گے۔

ایک ماں کے چار بیٹے نہایت لائق وفائق ہیں وہ خوب کماتے ہیں اور جی بھر کے والدین اور عزیز واقربا کی خدمت کرتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اُن کا یہ عمل عنداللہ اور عندالمخلوق قابل صد ستائش ہوگا۔ اُسی ماں کا ایک بیٹا فاتر العقل ہے کسی کام کاج کا نہیں لیکن ماں کا جذبہ محبت دیکھئے کہ وہ اس فاتر العقل بیٹے کی اپنے لائق وفائق بیٹوں سے بڑھ چڑھ کر محبت کرتی ہے اور کہتی ہے اسے اگر میں نہ سنبھالوں تو کون سنبھالے گا۔ چنانچہ اُسے خود نہلاتی ہے، کپڑے بدلتی ہے، کھانا کھلاتی ہے اُس کی ضدیں برداشت کرتی ہے اور بڑے لاڈ پیار سے اُسے پالتی ہے۔ اس مثال سے آپ سمجھ گئے ہونگے کہ اہل علم وعمل اپنے اعمال کے باعث ولی، قطب، ابدال اور غوث کے مقام پہ پہنچ جاتے ہیں۔اُن کے سامنے مجذوب کا مقام ہیچ ہی سہی مگر خالق وپروردگار عالم جو ماؤں سے کہیں بڑھ کر مہربان ہے وہ مجذوب سے لاڈ پیار میں کیسے کمی کرے گا اولیاء اقطاب، ابدال اور اغواث بے شک انتہائی عزت وتکریم کے لائق ہوتے ہیں مگر مجذوب کیلئے بھی اُس کی مہربانیاں اور ترحم کم نہیں ہوتا۔

یہ نکتہ یاد رکھئے کہ تقلید اور پیروی تو اہل علم وفضل کی لازم ٹھہرے گی مجذوب کے لئے رحم ومحبت تو لازم ہے مگر اس کی پیروی جہالت کے سوا کچھ بھی نہیں کیونکہ شریعت جو مدعائے خداوندی ہے وہ ہمیں ''رب زدنی علما'' کا سبق

Marfat.com

دیتی ہے اور عمل صالح کی تاکید کرتی ہے۔ ورنہ دنیا کا یہ کارخانہ ناکارہ و بے معنی ہوکر رہ جاتا۔

حضراتِ قارئین! ایک اور بات بھی وضاحت چاہتی ہے وہ یہ کہ مجاذیب کی بھی کئی اقسام ہیں۔ بعض پیدائشی مجذوب ہوتے ہیں۔ بعض کسی کافر اَدا کے عشق میں کسی نہ کسی منزل پر ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں پھر وہ ایسے پاگل ہوجاتے ہیں کہ اُن کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اُن کے مجنون ومجذوب ہونے کا سبب کیا تھا اور وہ کس کے عشق میں ہوش وخبر سے بیگانہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا ہی نہیں، اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہوجاتے ہیں۔

آوارگانِ عشق کی منزل نہ پوچھئے
پڑ رہتے ہیں وہیں پہ جہاں رات ہوگئی

ہاں مجاذیب کی ایک نوع ایسی بھی ہے جو عشق الٰہی کے مسافر ہوتے ہیں مگر کم ہمتی اور عالی حوصلگی کے فقدان کے باعث کسی دشوار گھاٹی کو عبور نہیں کرسکتے تو ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور ہوش وحواس کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ چونکہ محبوب حقیقی کے علم میں ہوتا ہے کہ اس کا یہ حال میرے لئے ہی ہورہا تو وہ ہمیشہ اس کو اپنی رحمت کی نظر میں رکھتے ہیں۔

اب یہاں میں ایک اور پہلو بھی آپ کے گوش گذار کردوں کہ ہر قسم کے مجذوب کا درجہ الگ الگ ہوتا ہے یہ بات تو مسلمہ ہے کہ مجذوب مرفوع القلم ہوتا ہے۔ جو پیدائشی یا عشق مجازی میں مجذوب ہیں اُن سے وہ مجذوب ارفع واعلیٰ ہے جو عشق الٰہی میں مجذوب ہوگیا۔ مگر ہر مجذوب کی مجذوب ہوجانے کے بعد کیفیت باطنی ایک ہی ہوتی ہے۔ وہ یوں کہ کسی مجذوب کے دل میں حب دنیا حب جاہ اور حب مال بلکہ حب ذات بھی نہیں رہتی۔ یہی وہ بات ہے کہ جب ہر

Marfat.com

مجذوب کا دل ان سفلی محبتوں سے پاک ہوجاتا ہے تو اس کے دل پر رحمت کی تجلی کا عکس پڑتا ہے۔

اور بعض اوقات اس کے دل پر پس پردہ اَوامر کا پرتو پڑ جاتا ہے اور وہ ایسی بات کہہ جاتا ہے جو غیب کی آواز ہوتی ہے۔مگر زبان اس کی ہوتی ہے۔اسی وجہ سے جہلا اُسے غیب دان اور خدا کا راز دار سمجھ کر اُن کی اندھی عقیدت میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔یہاں تک کہ کفروشرک کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ مجذوب کو خود خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔مجذوب تو ایک چوبی بانسری کی مثل ہے سُر تو کوئی اور نکالتا ہے۔یہی وہ باریک بات ہے جہاں عُقلاء اور جُہلاء میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔

اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے۔ اگر مجذوب کے اختیار کی بات ہوتی تو وہ یہ کیوں نہ سمجھا کہ عقل وہوش میں رہ کر خدمت خلق اور اعمالِ حسنہ سے وہ بلند سے بلند مقام حاصل کرسکتا تھا۔ جذب وسکر تو ایک خواب کا سا عالم ہے اور یقیناً سونے والے سے جاگنے والا لاکھ درجہ بہتر ہوتا ہے۔

آخری بات!مقامات ولایت تو بہت سے ہیں مگر کامل ترین وہ مقام ہے کہ سالک بقید ہوش وحواس پوری ہمت وتوانائی سے وہ تمام مراحل عشق جن میں صحرا، سمندر، پہاڑ پیش آئے ہیں اُن کو پورے ضَبط واِستقامت سے طے کرکے بخیر وخوبی واپس آجائے اور پھر اس راہ کے مسافروں کی راہ نمائی کرے۔ پہاڑ پر چڑھنے والوں کا شوق وجذبہ تو قابل داد ہے۔مگر پہاڑ پر چڑھتے ہوئے تھک کر گر پڑنے والے یا اُترتے ہوئے پھسل جانے والوں سے وہ شخص لائق صد دادوتحسین اور افضل واعلیٰ ہے جو سلامتی سے پہاڑ پر چڑھا پھر وہاں کے تمام کیف وسرور اور روح پرور مناظر نگاہوں میں سمیٹتے ہوئے سلامتی سے واپس اُتر

Marfat.com

آئے اور اس راہ کے مسافروں کو تمام مشکلات ومصائب اور پیچ وخم سے آگاہ کرے اور اپنے تجربات کی روشنی میں ان کو پہاڑ پر کامیابی سے چڑھنے اور اُترنے کا سلیقہ سکھائے۔

مختصراً یہ کہ ان بادہ نوشان محبت کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اوّل گروہ وہ عالی ظرف گروہ ہے جو سمندر پی کر بھی لب خشک رکھے، دوسرا گروہ وہ ہے جو اگرچہ بلانوش ہے مگر کبھی کبھی جوشِ مستی میں نعرۂ مستانہ لگادیتا ہے۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو دو گھونٹ پی کر ہی بہک جاتا ہے اور مستی کے عالم میں طفلانہ حرکات اور معصومانہ شوخیاں کرنے لگ جاتا ہے۔ بس یہی تیسرا گروہ اس وقت ہمارا موضوعِ سخن ہے یہ گروہ مجاذیب کا ہے اس کتاب میں مجاذیب کے کچھ واقعات جمع کردیئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کی روحانی تفریح کا سامان ہوجائے ایسے ہی جیسے بچوں کی اُچھل کود اور اُلٹی سیدھی باتوں سے سیانے خوش ہوتے ہیں اور وہ بچے کتنے پیارے لگتے ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ سے ہماری یہی دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے اولوالعزم اور علم وفضل سے معمور بزرگوں کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ کیونکہ ناقص جب کاملوں کی پیروی کرتے ہیں تو وہ بھی اِک نہ اِک دن کمال کی منزل تک رسائی حاصل کرلیتے ہیں۔

اے امیںؔ خوشا قسمت یہ بھی کم غنیمت ہے
ہم اگرچہ ناقص ہیں کاملوں کے پیچھے ہیں

محتاجِ دعا

سید امین گیلانی

❀❀❀

Marfat.com

پہلا مجذوب

حضرت اویس قرنیؒ

اویس قرنی جن کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ اُنہیں جب یہ خبر ملی کہ محبوبِ خدا ﷺ کے جنگ اُحد میں دندان مبارک کو کفار نے پتھراؤ کر کے شہید کر دیا ہے۔ تو جذبہ عشق میں اُنہوں نے بھی اپنے دانت توڑ لئے اسی لئے میں نے اُنہیں پہلا مجذوب لکھا ہے۔ بس اسی واقعہ سے میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ مجذوب لوگ قابل تقلید نہیں ہوتے۔ ایک صاحب جو مذہباً غالی شیعہ تھے اور میرے ملنے والوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ اُن سے میرا دلچسپ مکالمہ ہوا۔ وہ مکالمہ اس لئے درج کر رہا ہوں کہ شریعت اور عقل دونوں کی رو سے ثابت ہو سکے کہ مجذوب حضرات لائق تقلید نہیں ہوتے۔

پندرہ بیس برس پہلے میں نے دسویں محرم کے جلوس میں منیر حسین شاہ کو دیکھا کر کرتہ اُتار کر صرف پاجامہ پہنے بے تحاشہ سینہ کوبی کر رہا ہے اور زنجیر میں بندھے چھوٹے چھوٹے نشتروں سے پشت کو اتنا زخمی کر لیا تھا کہ اپنے ہی خون سے اُس کا پاجامہ تر بہ تر ہو رہا تھا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر طبیعت بڑی مکدر ہوئی اور جی میں سوچتا رہا یہ کیسا جنون ہے آخر اس بے مقصد خون بہانے کا فائدہ کیا ہے اور اس خونچکانی کا حاصل کیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد اُس سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا یار منیر شاہ تم نے دسویں محرم کے جلوس میں اپنی کیا حالت بنا رکھی تھی میں

Marfat.com

قرآن وحدیث کے حوالے سے نہیں، محض عقل وشعور کی روشنی میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان ہر خوشی اور غم میں سنجیدگی، صبر وتحمل اور برد باری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ باوقار اور وضع دار بن کر رہے مگر اُس دن تمہارا حال بالکل عقل کے تقاضوں کے خلاف تھا۔

یاد رہے کہ آنحضور ﷺ کے دندان مبارک ایسے نہیں ٹوٹے تھے کہ جن سے دانتوں میں خلا پیدا ہو جائے صرف دندان مبارک کے اوپر سے کچھ ریزے مبارک اتر گئے تھے۔

اُس نے میری یہ بات سن کر جھٹ سے جواب دیا'' گیلانی صاحب شیعیانِ علی کا حال عاقلوں کا سا نہیں، عاشقوں کا سا ہے۔ عقل بے چاری تو لب بام محو تماشا رہتی ہے اور عشق نارِ نمرود میں کود پڑتا ہے۔ دیکھئے حضور پاک ﷺ کے دندان مبارک کی شہادت کا سن کر اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سارے دانت توڑ ڈالے۔ سب سنی انہیں رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اگر ہم غمِ حسینؓ میں زنجیر زَنی کریں تو ہمیں مطعون کیا جاتا ہے مگر عاشقوں کو اس کی پرواہ نہیں کہ دنیا والے انہیں کیا کہتے ہیں۔

اُس کے اس مدلل جواب پر میں ایک دفعہ تو چکرا گیا۔ ذرا سنبھلا تو سارے عُقدے حل ہو گئے میں نے سوچا اس نے عشق وہوس کا معاملہ چھیڑ کر مسئلہ اُلجھا دیا ہے اگر میں عشق وہوس کی بحث لے بیٹھا تو بات طول پکڑے گی اور ممکن ہے کہیں کوئی تلخی بھی پیدا ہو جائے۔ میں نے ایک دوسرا ہی پہلو اختیار کیا۔ میں نے کہا ''اچھا تم میرے ایک سوال کا جواب دے دو مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔''

کہنے لگا'' ہاں کیا سوال ہے؟'' میں نے کہا حضور پاک ﷺ سے عشق

Marfat.com

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے تھے یا اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اس نے ایک لمحہ رُک کر کہا ظاہر ہے مولا علی رضی اللہ عنہ کے عشق کی کوئی مثال ہی نہیں اس میدان میں اُن کا کون حریف ہوسکتا ہے۔ بس پھر کیا تھا ع

خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

میں نے کہا منیر شاہ جس جنگ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے اُس جنگ میں خود مولا علی رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ جب دیکھا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو تکلیف پہنچی ہے تو مولا علی رضی اللہ عنہ اس قدر جوش میں آئے کہ دونوں ہاتھوں میں دو تلواریں لے کر کفار کی فوج میں گھس گئے اور دونوں ہاتھوں سے کفار کو مارتے کاٹتے اور دور تک بھگا آئے۔ جب تک دشمنوں کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں وہ برابر یہی عمل کرتے رہے اُسی روز ان کا نام حیدر کرار رکھا گیا یعنی وہ شیر جو پلٹ پلٹ کر حملہ آور ہوتا ہو۔

بقول تمہارے اُس بے مثال عاشق کا کردار کتنا واضح اور عاشقانہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عشق میں اپنے دانت نہیں توڑے بلکہ دشمنوں کی گردنیں توڑیں اُنہوں نے وہی کام کیا جو اپنے محبوب سے سیکھا تھا وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ اور صحبت یافتہ تھے۔ اس لئے اُنہی کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق عشق کا اظہار کیا۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ بے چارہ تو مجذوب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وتعلیم سے ناآشنا تھا۔ ہمارے لئے تو مولا علی رضی اللہ عنہ کا فعل حجت ہے اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں۔ آپ حضرات شیعیانِ علی ہیں نہ کہ شیعیانِ اویس قرنی۔ میری اس مسکت دلیل کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اس لئے یہ کہہ کر ''چھوڑیئے جی اپنا اپنا نظریہ ہے'' اٹھ کر چل دیا۔

❀❀❀

Marfat.com

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا

بصرہ شہر کے ایک محلّہ میں وہ خدامست درویش آدھی رات کو اپنی اندھیری کوٹھڑی میں یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ کیونکہ مفلسی کے باعث چراغ روشن کرنے کیلئے تیل گھر میں موجود نہ تھا۔ اُس کے ہاں پے درپے تین بچیاں پیدا ہوئیں اور آج شب اس کی بیوی دردِزہ میں مبتلا تھی۔ اُس درویش کی بڑی بچی آئی اور کہا ابا جی اماں جان زچگی کے آخری مرحلہ میں کرب وتکلیف سے گراہ رہی ہیں۔ گھر میں دِیا جلانے کیلئے تیل تک نہیں ہے۔ آپ تکلیف کریں اور ساتھ والے ہمسائے سے تھوڑا سا تیل اُدھار لے آئیں۔ باپ نے بیٹی کی درد بھری بات سنی تو ناچار اُٹھ کر باہر چلا گیا اور واپسی میں بہت دیر لگادی۔ پھر جب لڑکی کو محسوس ہوا کہ ابا گھر میں واپس آگئے ہیں تو لپک کر باپ کے پاس پہنچی کہ تیل لے کر چراغ جلا سکے مگر باپ کو خالی ہاتھ دیکھ کر پوچھا آپ تیل نہیں لائے تو باپ نے نہایت شرمندگی سے جواب دیا بیٹی! آدھی رات کے وقت ہمسایوں کو تکلیف دینے اور تیل مانگتے شرم محسوس ہوتی تھی۔ تادیر اُن کے دروازے پر کھڑا رہا مگر دروازہ کھٹکھٹانے میں حیا مانع رہی۔ پس ناچار خالی ہاتھ واپس آ گیا۔ باپ بیٹی میں یہ گفتگو ہورہی تھی کہ اندر سے نوزائیدہ کے رونے کی آواز آئی۔ بچی جلدی سے اندر چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد آ کر باپ کو اطلاع دی کہ اللہ میاں نے ہمیں چوتھی بہن عطا کی ہے۔ باپ نے اس کا نام رابعہ رکھ دیا کیونکہ وہ چوتھی بیٹی تھی۔ بعدازاں اُس درویش خدا مست کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں افروز سے فیض یاب ہوا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے چہرہ مبارک پر بشاشت کے آثار تھے فرمایا اے شخص تو نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ہمسایوں سے تیل مانگنے میں عار محسوس کی اللہ تعالیٰ کو تیری یہ ادا بہت پسند آئی۔ میں تجھے یہ خوش خبری دیتا ہوں کہ تیری یہ لڑکی بڑی سعادت مند ہوگی۔ تقویٰ وطہارت میں نام پیدا کرے گی اور تمہارے لئے برکت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔تم صبح کو حاکم بصرہ کے پاس جانا اور میرا یہ پیغام اُسے دینا کہ وہ تمہیں پچاس دینار ہدیہ میں دے اور یہ بھی کہنا کہ گذشتہ جمعہ کو ہمیں تمہارا تحفہ نہیں ملا۔ کیا بات ہے؟

وہ درویش رسولِ خدا ﷺ کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتا تھا لہٰذا دن چڑھا تو حاکم بصرہ کے پاس پہنچ گیا اور کہا کہ چونکہ یہ پیغام آپ کے نام سرکار دو عالم ﷺ نے دیا تھا اس لئے مجھے آپ کے پاس آنا پڑا اور پیغام دیا کہ وہ پچاس دینار کا ہدیہ پیش کرے اور سرکار دو عالم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ پچھلے جمعہ تمہارا تحفہ نہیں ملا۔ یہ سنتے ہی حاکم بصرہ پر یکدم گریہ طاری ہوگیا اور کہا اے درویش تو سچا ہے تیرا پیغام بھی سچا۔ میں ہر جمعہ کی صبح پانچ صد بار درود شریف کا تحفہ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتا ہوں مگر پچھلے جمعہ امور سرکاری میں انہماک کے باعث یہ عمل مجھ سے چھوٹ گیا تھا۔ میں آقائے دو جہاں ﷺ کے قربان جاؤں ان کی اس غلام پر اس قدر کرم فرمائی؟ اور میرے اس عمل سے میرے سوا کوئی شخص آگاہ نہیں تھا۔ لہٰذا تیرا خواب بالکل سچا ہے۔ اس نے درویش کی بہت قدر افزائی کی اور پچاس دینار لاکر اس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا اے درویش بزرگ میں مجبور ہوں کہ حضور ﷺ نے چونکہ پچاس دینار کا حکم دیا ہے' اس لئے اس وقت پچاس دینار سے زیادہ آپ کی خدمت نہ کرسکوں گا مگر آئندہ ایک معقول وظیفہ مقرر کردیا ہے اور آپ کو میرے پاس آنے کی زحمت نہیں ہوا

Marfat.com

کرے گی۔ میرا فرستادہ خود آپ کے ہاں پہنچایا کرے گا۔ لہٰذا یہ پہلی برکت تھی جو رابعہ بصریہ کے دنیا میں آنے سے ظاہر ہوئی۔

یہی رابعہ بصریہ ولایت کے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچیں کہ اُن کے ہم عصر اولیاء واصفیاء اُن کی خدمت میں حاضر ہوکر اسرار و رموزِ ولایت کا سبق لیتے اور وہ ہمہ وقت عبادت وریاضت میں مشغول رہتیں اور کبھی کبھی محبت الٰہی میں بے خود ہوجایا کرتیں۔

ایک دفعہ جب بڑھاپے کا عالم تھا ایک ہاتھ میں چراغ اور دوسرے میں پانی کی ٹھلیا لے کر چل پڑیں۔ کسی نے پوچھا اماں کیا ارادہ ہے؟ مستی و بے خودی میں فرمانے لگیں بس آج میں اس چراغ کی لَو سے جنت کو جلانے اور اس ٹھلیا کے پانی سے دوزخ کی آگ بجھانے جارہی ہوں۔ کیونکہ لوگ یا تو جنت کے لالچ میں اللہ کی یاد کرتے ہیں یا دوزخ کی آگ کے خوف سے' پھر رو کر فرمایا اُس اللہ کی ذات تو ایسی ہے کہ اُس سے صرف اس کی ذات کیلئے محبت کی جائے۔

آہ اس مقام تک تو رسائی شاذ ہی کی ہوسکتی ہے۔ ہم تم کون؟ ہم تو اس کی رحمت کے سہارے ہی پار لگنے کے امیدوار ہیں۔ آمین

❀❀❀

Marfat.com

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور مجذوب بچہ

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مجلس میں یہ روح پرور اور ایمان افروز واقعہ سنایا تھا آپ بھی سن لیں:

فرمایا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ایک قافلہ کیساتھ حج بیت اللہ شریف کو جارہے تھے۔ اثنائے سفر جہاں قافلہ قیام کرتا ایک دس بارہ سالہ لڑکا بڑے والہانہ اور مجذوبانہ انداز میں چلتا پھرتا نظر آتا۔ اکثر میری مجلس میں آتا اور بڑے مؤدبانہ انداز میں بیٹھ کر میری گفتگو سنتا۔ اُس کے اِس ذوق وشوق کو دیکھ کر میں نے پوچھ لیا بیٹا میں تمہیں اکثر تنہا دیکھتا ہوں۔ اس طویل سفر میں تمہارا سرپرست وسربراہ کون ہے؟ تو وہ بچہ بڑے بے نیازانہ انداز سے گویا ہوا'' حضرت !جس نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے وہی میرا سرپرست وسربراہ ہے۔ انسانوں میں تو کوئی نہیں۔'' میں نے کہا کہ آخر سواری کا خرچہ اور خوراک وغیرہ کا کیا انتظام ہے؟ کہنے لگا'' جس کا مہمان ہوں وہی میرا کفیل ہے۔'' امام غزالیؒ فرماتے ہیں اس بچے کے اس جواب سے مجھے اس کے ایمان وایقان پر حیرت ہوئی۔ میں نے سوچا اس بچے کی روحانیت ہم بڑوں کو بھی مات دے گئی۔ میں نے ارادہ کرلیا کہ اس بچے کی تمام ضروریات اور اخراجات میں خود کیا کرونگا۔ لہٰذا تمام سفر میں نے اس کا خاص خیال رکھا۔ اُس کو اپنے ساتھ سوار کرلیتا اور اپنے ساتھ ہی کھلاتا پلاتا مگر ہر مرحلہ میں مجھے اُسے تلاش کرنا پڑتا۔ وہ از خود اپنی ضروریات کے لئے کبھی میرے پاس نہ آتا۔ بس اپنی ہی دھن میں مست رہتا۔ قافلے سے ذرا ہٹ کر کہیں نہ کہیں نوافل واذکار میں محو رہتا۔ اسی لئے میرے دل میں اس بچے کی

Marfat.com

کشش بڑھتی گئی۔ جب مکہ معظّمہ پہنچے تو یہی صورت حال تھی۔

میں اُسے تلاش کرکر کے اس کی ضروریات کو پورا کرتا۔ مکہ ہو کہ منیٰ، مزدلفہ ہو کہ عرفات' میں بے تابانہ تلاش کر کے اُسے ساتھ رکھتا جب قربانی کا دن آیا تو میں نے اپنے لئے جانور خریدا اور قربانی دے دی۔ پھر میں اس بچے کو تلاش کرتا رہا کہ اُسے قربانی کے لئے جانور خرید کردوں۔ تلاش کرتے کرتے آخر وہ نظر آ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میدان میں دور ایک جگہ وہ سر بہ سجدہ پڑا ہے۔ میں فوراً اس تک پہنچا تو وہ سجدے میں پڑا رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا'' اے اللہ میرے پاس تو کوئی رقم نہیں کہ میں تمہارے نام پر کوئی جانور خرید کر ذبح کردوں۔ اے میرے اللہ تو میری جان کی قربانی منظور کرلے۔ یہ کہتے کہتے اس کی ہچکی بندھ گئی میں نے جلدی سے اٹھایا اور بیٹھ کر اُسے گود میں لے لیا مگر وہ تو زار و قطار رو رہا تھا۔ میں نے اُسے تسلی دینے کے لئے کہا بیٹا میں تو تمہیں اسی لئے تلاش کر رہا تھا کہ تم میرے ساتھ چلو، اپنی پسند کا جانور خرید کر قربانی دے دو۔ مگر وہ اس قدر درد ناک انداز سے گریہ وبکا کر رہا تھا اور اُس کا جسم ایسے کپکپا رہا تھا کہ مجھ سے دیکھا نہ جاتا تھا اور بار بار کہے جاتا تھا'' اے اللہ میری قربانی قبول فرمالے۔'' آخر اس نے ایک دل دوز آہ بھری، تڑپا اور پھر ساکت ہوگیا گویا اللہ تعالیٰ نے اس کی قربانی قبول کرلی۔ اس کا سر میری گود میں تھا اور میرے آنسو اس کے چہرے پر لگی ہوئی مٹی کو دھو رہے تھے۔ پھر میں نے ہاتف کی آواز سنی'' اے غزالی اس بچے نے اپنی قربانی پیش کر کے تمام حجاج کے حج قبول کرالئے ورنہ ہم کسی ایک کا بھی حج قبول نہ کرتے'' میں نے اس عاشق الٰہی کی میت کو کفنایا دفنایا اور سوچتا رہا کہ میرے سوا کسی کو یہ خبر نہیں کہ ایک بچے کی قربانی نے لاکھوں حجاج کے حج کو بارگاہ خداوندی سے قبولیت کا پروانہ لے دیا!

❀❀❀

Marfat.com

مجذوب شہزادہ

قدوقامت اور شکل وصورت میں حسن کا مجسمہ اور پیشانی پر ایک پُرکشش چمک تھی۔ وہ شہزادہ تھا مگر پیدائشی سلیم الفطرت اور روحانی ذوق کا حامل تھا۔ نوعمری میں ہی اُس دور کے اولیاء واصفیاء کی صحبت میں بیٹھنے کا شوقین تھا۔ وہ شہزادہ تھا مگر سادہ لباس اور سادہ مزاج۔ گفتگو میں شیرینی، چال میں وقار، طبیعت میں انکسار، آنکھ میں حیا' دنیاوی دولت سے بے پرواہ۔

اُسے یا تو صلحاء کی مجلس پسند تھی یا تنہائی میں خدا کی عبادت میں محو رہتا۔ کبھی شہر کے ہنگاموں سے اُکتا کر کہیں شہر سے دور کسی باغ کے کونے میں یا لب دریا یاد خدا میں مشغول رہتا۔ بتاؤں وہ کون تھا؟ وہ امیر المؤمنین ہارون الرشید کا نورِ نظر اور لختِ جگر تھا۔ ہارون الرشید کے اُمراء ووزراء اکثر کہتے امیر المومنین شہزادے کو سنبھالیں۔ اس نے شہزادگی ترک کر کے درویشانہ طور وطریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ مگر ہارون الرشید کیا کرتا؟ بہت دفعہ سمجھانے کے باوجود شہزادے کی عادات میں کوئی ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ ناچار صبر کر لیتا۔

ایک دن شاہی باغ میں نشست جمی ہوئی تھی کہ پھر شہزادے کا ذکر چھڑ گیا۔ ہارون الرشید نے کہا اچھا کوئی جائے اور اسے تلاش کر کے لائے۔ آپ سب کے سامنے پھر اُسے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں آپ لوگ بھی اُسے سمجھانے میں میری مدد کریں۔ کچھ پیادے شہزادے کی تلاش میں گئے اور کچھ دیر کے بعد شہزادے کو لے کر دربار میں آپہنچے۔

ہارون الرشید نے اپنے برابر والی کرسی پر اسے بٹھایا اور بات کا آغاز کیا

Marfat.com

اور کہا''اے جان پدر تمام اہل دربار اور رعایا میں تمہارے طریق زندگی کے باعث میری سبکی ہورہی ہے تم جانتے ہو کہ ایک وسیع وعریض سلطنت پر میری حکمرانی ہے لوگ میرے اشارہ ابرو پر جان دے دیتے ہیں ایک تم ہو کہ میری بات ہی نہیں مانتے۔

ابھی ہارون الرشید کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ ایک چڑیا چہکتی ہوئی آئی اور سامنے درخت کی شاخ پر بیٹھ گئی۔شہزادے نے فوراً کہا''اے میرے پیارے والد، اے وسیع وعریض سلطنت کے بادشاہ، اگر آپ کے حکم پر لوگ جانیں دے سکتے ہیں تو ذرا اس چڑیا کو اپنے پاس بلائیں۔'' ہارون الرشید ششدر ہوکر کہنے لگا بیٹا تم نے یہ کیسی دیوانوں والی بات کی ہے میں لاکھ بادشاہ سہی مگر میری چڑیوں پر تو حکمرانی نہیں کہ وہ میری بات سمجھیں اور اطاعت کریں۔ یہ جواب سن کر شہزادے نے چڑیا کی طرف رُخ کرکے کہا''اے چڑیا تجھے خدا کا نام دیتا ہوں ذرا ادھر آ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جا'' یہ کہہ کر شہزادے نے ہاتھ پھیلا دیا تو چڑیا خوشی سے چہچہاتی ہوئی آ کر اس کے ہاتھ پر بیٹھ گئی شہزادے نے چڑیا کو پیار کیا اور کہا جاؤ اڑ جاؤ وہ چڑیا اڑ کر درخت پر جا بیٹھی۔

امیر المومنین اور تمام درباری لاجواب اور حیران ہوگئے۔شہزادے نے کہا''اے میرے پیارے باپ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس سلطنت کی حکمرانی عطا کی ہے وہ مجھے مبارک اور آپ کو اپنی سلطنت کی حکمرانی مبارک۔'' پھر السلام علیکم کہہ کر اس اجلاس سے اٹھ کر چلا گیا امیر المومنین اور اعیانِ سلطنت کو اب معلوم ہوا کہ شہزادہ کس مقام پر پہنچ چکا ہے اسی لئے اسے دنیا کی حکمرانی ہیچ نظر آتی ہے۔ اُس کے بعد شہزادہ بغداد سے ایسا غائب ہوا کہ پھر وہ کسی کو کہیں نظر نہ آیا۔ کئی برس بعد بصرہ کا ایک رئیس دار السلطنت بغداد آیا اور امیر المومنین ہارون الرشید

Marfat.com

سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور امیر المومنین کو ایک دل دوز کہانی سنائی۔

اُس رئیس نے کہا ''اے امیر المومنین! میں بصرہ شہر کا ایک رئیس تاجر ہوں۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ میرے باغ کی ایک دیوار گرگئی میں نے اپنے ایک کارندے کو بلا کر کہا کہ کسی محنتی مزدور کو لے آئے جو اس دیوار کو ازسر نو تعمیر کردے۔ وہ کارندہ ایک خوبصورت نوجوان کو لے کر آیا وہ نوجوان اپنے چہرے سے مزدور نہیں بلکہ کسی اعلیٰ اور شریف خاندان کا فرد معلوم ہوتا تھا۔

میں نے اپنے کارندے سے کہا تم کسی شریف آدمی کو لے آئے ہوں یہ مجھے مزدور پیشہ معلوم نہیں ہوتا۔ میری بات سن کر اُس مزدور نے کہا جناب آپ میری شکل نہ دیکھیں اپنا کام بتائیں اگر کام ناقص ہوگا تو معاوضہ نہیں لونگا۔ میں نے اُس سے معاوضہ پوچھا تو اس نے کہا ویسے تو یہ کام اتنے معاوضے سے کم کا نہیں مگر میں اس معاوضہ سے کچھ رقم اس لئے کم لونگا کہ نماز کے وقت میں اطمینان سے نماز ادا کروں گا۔ آپ کو اس پر اعتراض نہ ہونا چاہئے۔

امیر المومنین! اُس نوجوان کی رعنائی اور خوبصورتی سے میں پہلے ہی متاثر ہو چکا تھا۔ اُس کی گفتگو نے مجھے مزید حیرت زدہ کردیا۔ غرض میں نے اُسے کام پر لگا دیا۔ وہ دیوار تعمیر کرنے لگا تو میں دیکھتا رہا ایسے محسوس ہوتا تھا کہ کوئی غائبانہ ہاتھ اُس کے کام میں شریک ہے۔ وہ دیوار کم ازکم دو دن میں مکمل ہوسکتی تھی۔ مگر اُس نے مغرب کی نماز سے قبل ہی دیوار مکمل کرکے بڑے اطمینان سے مغرب کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد مجھ سے مزدوری کی رقم لی اور مجھے حیرت زدہ چھوڑ کر رخصت ہوگیا۔

امیر المومنین! کچھ دن گذرے ہونگے کہ مجھے پھر ایک کام کے لئے مزدور کی ضرورت پڑ گئی لیکن میں نے سوچا آج خود مزدوروں کے اڈہ پر جا کر اُسی

Marfat.com

نوجوان مزدور کو لے آؤں۔ لہٰذا علی الصبح جس جگہ مزدور کام حاصل کرنے کے لئے بیٹھتے تھے وہاں پہنچا مگر مجھے وہ نوجوان نظر نہ آیا تو میں نے دوسرے مزدوروں سے اس کا حلیہ بتا کر اس کے متعلق پوچھا تو ایک مزدور نے بتایا کہ وہ شہر کے باہر ایک جھونپڑی میں رہتا ہے اور وہ بیمار ہے اس لئے اڈے پر نہیں آسکا۔

میرے جی میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ مجھے اس کی جائے رہائش پر جا کر دیکھنا چاہئے۔ اگر ضروری ہوا تو اس کے علاج ومعالجہ سے اس کی مدد کرنی چاہئے۔ لہٰذا میں اس کی جھونپڑی پر جا پہنچا۔ آہ! کیا دیکھا کہ وہ بخار میں پھنک رہا ہے اور سر سجدہ میں رکھ کر کہہ رہا ہے ''اے اللہ تو جانتا ہے مجھے تجھ سے محبت ہے اور میں نے تیرے لئے ہی اس دنیا کو ٹھکرایا ہوا ہے۔ میں خود کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں تو ہی میرا کارساز اور کارکشا ہے''۔

اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور زمین تر ہو رہی تھی۔ اُس کا یہ عالم اضطرار دیکھ کر میں بے چین ہوگیا۔ میں نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھا اُس کا چہرہ صاف کیا اور علاج کیلئے ساتھ لے جانے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا وہ وقت آ پہنچا ہے کہ مجھے ملاقات الٰہی کا شرف حاصل ہو اب کوئی دوا دارو کام نہیں آئے گا یہ کہہ کر اس نے ایک ہیرے کی انگوٹھی مجھے دی اور کہا کہ یہ انگوٹھی امیر المومنین ہارون الرشید تک پہنچا دینا، اور کہنا آپ کا بیٹا آپ کی سلطنت سے نکل کر اللہ کریم کی ابدی سلطنت میں چلا گیا ہے۔ وہ میری خطائیں معاف فرمائے!

اس کے بعد اس نے بہ آواز بلند کلمہ شہادت پڑھا اور آنکھیں بند کر لیں پھر جب اُس کی گردن میری گود میں ایک طرف ڈھلک گئی تو مجھے یقین ہوگیا کہ

81960

Marfat.com

وہ واقعی اللہ کو پیارا ہوگیا ہے۔ اے امیر المومنین! مجھے اس کی موت کا صدمہ ایسے ہوا جیسے میرا حقیقی بیٹا میری گود میں دم توڑ گیا ہو۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اُسے نہلایا، کفن پہنایا، خود نماز جنازہ پڑھائی اور دفنا دیا آج میں اسی کی وصیت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ اس کی انگوٹھی آپ کی امانت آپ کے سپرد کرتا ہوں۔''

یہ داستان سن کر امیر المومنین تڑپ تڑپ کر رونے لگے کئی دفعہ غش پڑا۔ تمام اہل دربار مجسمہ غم بنے ہوئے تھے۔ آخر امیر المومنین نے میرا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور انعام واکرام کا حکم دیا مگر میں نے کسی صورت میں بھی وہ انعام واکرام لینا پسند نہ کیا۔

پھر امیر المومنین نے اہل دربار سے کہا تم لوگ میرے ایسے برگزیدہ اور خدا رسیدہ بیٹے کے متعلق مجھے طعن دیتے رہے۔

امیر المومنین ہارون الرشید کو اپنے اس بیٹے کا تمام عمر صدمہ رہا اور اس رئیس بصرہ کی ہمیشہ تعریف کرتے رہے جس نے غریب الوطنی میں شہزادے کی خدمت کی اور اسے محبت سے اس کی آخری منزل تک پہنچایا۔

❀❀❀

Marfat.com

سرمد

غالباً مغلیہ خاندان کے بادشاہ شاہ جہاں کا زمانہ تھا۔ بادشاہ اپنے دستور کے مطابق چھ مہینے سردیوں کے دہلی میں گزارتا اور چھ ماہ گرمیوں کے لاہور میں گزارتا تھا۔ جب وہ لاہور منتقل ہوتا تو پورا لاؤ لشکر تخت وتاج سمیت اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس کا ایک مصاحب جس کا نام سَرمد تھا، وہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ دہلی سے لاہور آتا تھا۔

حسب دستور ایک دفعہ سرمد بادشاہ کے ہمراہ لاہور آیا۔ ایک دفعہ بازار سے گزرتے ہوئے اچانک اس کی نظر ایک خوبصورت ہندو لڑکے پر پڑگئی۔ بس اس کا دیکھنا تھا کہ لڑکے کی کشش اور محبت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ سرمد کا زرق برق لباس، اس کی سواری بتارہی تھی کہ یہ شخص کسی اونچے مقام پر فائز ہے۔ اس ہندو لڑکے کو آواز دی ''اولڑکے! ذرا بات سننا'' پوچھا ''کون ہوتے ہو؟'' کہا ''ہندوَ'' ''کیا نام ہے؟'' ''اُبھے چند'' ''دیکھو میں بادشاہ کا درباری ہوں اور میرا نام سرمد ہے، کسی وقت مجھ سے ملنا، تمہیں کوئی نہیں روکے گا'' لڑکا اس کی شخصیت سے مرعوب ہو چکا تھا۔ اس نے اقرار کرلیا۔ لڑکے نے اس سے ملاقات کی اور پھر روزانہ ملاقات ہوتی رہی۔

اُبھے چند سے اس کے والدین نے پوچھا کہ آجکل تم کہاں غائب رہتے ہو۔ اس نے بتادیا کہ بادشاہ سلامت کے ایک درباری کے پاس اکثر جا بیٹھتا ہوں۔ ہندو مذہب میں چونکہ اتنی وسعت نظر نہیں ہوتی اور وہ چھوت چھات کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو سختی سے منع کردیا کہ آئندہ

Marfat.com

سرمد سے ہرگز نہ ملو اگر ملو گے تو سخت سزا دی جائے گی۔ لہٰذا اُبھے چند نے سرمد کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ اُبھے چند کے فراق سے سرمد کی جان پر آپڑی۔ وہ اس کو اکثر شہروں میں تلاش کرتا رہتا، لیکن ملاقات نہ ہوسکی۔

سرمد کی حالت اَبتر ہوگئی، دربار میں جانا چھوڑ دیا اور سارا دن اُبھے چند، اُبھے چند کہتا ہوا لاہور کی گلیوں میں گھومتا رہتا۔ پھر وہ وقت آیا جب بادشاہ واپس دہلی جانے کو تھا۔ سرمد کو تلاش کیا تا کہ اسے دہلی واپس لے جایا جائے لیکن سرمد نہ مانا۔ اس نے کہا کہ میں اُبھے چند کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ بادشاہ مجبوراً اسے لاہور چھوڑ کر دہلی واپس چلا گیا۔

اگلے سال حسب دستور جب بادشاہ لاہور کیلئے روانہ ہوا تو سرمد کی جگہ ایک ہندو مصاحب رکھ لیا جس کا نام غالباً رائے رام پرشاد تھا، وہ بھی ساتھ لاہور آیا۔ چونکہ اس کو پتہ تھا کہ سرمد کی جگہ اسے متعین کیا گیا ہے' اس نے کوشش کر کے سرمد کو تلاش کیا۔ اس کی حالت بہت افسوسناک تھی۔ چیتھڑے لٹک رہے تھے، ہوش وحواس سے عاری تھا۔ رائے اسے سمجھا بجھا کر زبردستی دہلی لے آیا۔

اب یہاں سے کہانی کا دوسرا پہلو شروع ہوتا ہے۔

سرمد اب اُبھے چند کو بھول چکا تھا، اب وہ کسی حسین کی نہیں بلکہ جو ذات پاک ''حسن آفریں'' ہے' اس کی دُھن میں لگ گیا۔ عشق مجازی کے جال سے نکل کر عشق حقیقی کے بھنور میں غرق ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس کی ذات میں ایک عجیب کشش پیدا ہوگئی۔ ہزاروں آدمی اس کشش کے باعث اس کے جلو میں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ شہزادہ داراشکوہ بھی اس کی شخصیت سے بے حد متاثر تھا اور اس سے اکثر ملتا جلتا رہتا تھا۔

سرمد کا اپنا حال یہ تھا کہ تن بدن سے ماوراء ننگا پھرتا رہتا تھا، بھنگ کے

Marfat.com

نشہ میں مست رہتا تھا، اور کلمہ تک پورا نہیں پڑھتا تھا۔ صرف کہتا تھا ''لا الہ''

یہاں تک کہ بادشاہ بھی اس کی شہرت' کشش اور جاذبیت سے خوف کھانے لگا کہ حکومت کے خلاف کہیں بغاوت نہ کروادے۔ اس نے اہل دربار سے مشورہ کیا کہ سرمد کے اس فتنے کو کیسے ختم کیا جائے۔ چونکہ شہزادہ دارا شکوہ بھی اس کے چاہنے والوں میں تھا' اس لئے بادشاہ براہِ راست کوئی قدم اُٹھانا نہیں چاہتا تھا۔

علماء کو بلایا گیا، قاضیوں کو جمع کیا گیا کہ اس مسئلے کا کوئی حل نکالیں۔ مشورہ سے طے پایا کہ سرمد کے پاس علماء کا ایک وفد جائے اور اس کے غلط عقائد اور اعمال کا محاسبہ کریں۔ یا تو وہ اپنے عقائد واعمال سے توبہ کرے یا پھر شریعت کی رو سے اسے واجب القتل قرار دے دیا جائے۔

بادشاہ نے یہ تجویز معقول سمجھی اور علماء اور قاضیوں کا ایک وفد سرمد کے پاس پہنچا۔ سرمد سے انہوں نے پہلا سوال یہی کیا کہ '' سنا ہے تم کلمہ پورا نہیں پڑھتے ذرا پڑھ کے سناؤ۔'' تو ان کے سامنے بھی اس نے یہی کہا'' لا الہ''۔ انہوں نے پوچھا ''اس کے آگے الا اللہ کیوں نہیں کہتے۔'' اس نے جواب دیا ''میں اس وقت تک الا اللہ نہیں کہوں گا جب تک اللہ کو دیکھ نہ لوں۔ جب مجھے اللہ نظر آ گیا تو خود کہہ دوں گا الا اللہ' بغیر دیکھے نہیں مانتا۔'' انہوں نے یہ سوال جواب تحریر کرلیا۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ '' تم بھنگ کیوں پیتے ہو؟ جو شرع میں حرام ہے۔'' اس نے قاضی سے سوال کیا '' تم نے جو اپنا بڑا ریشمی چوغہ پہنا ہوا ہے، کیا وہ حلال ہے؟'' قاضی نے جواب دیا'' اس ریشم میں اتنا حصہ سوت کا شامل ہے۔ اس لئے یہ شرعاً جائز ہوگیا۔'' اس پر سرمد نے کہا'' اگر میں اتنے بادام، اتنی

Marfat.com

خشخاش اور کئی گلاس پانی میں چند پتیاں بھنگ کی ڈال دیتا ہوں تو یہ بھی جائز ہوگئی۔'' یہ سوال وجواب بھی لکھ لیا گیا۔

انہوں نے آخری سوال کیا'' تم کپڑے کیوں نہیں پہنتے؟ ننگے پھرتے رہتے ہو' یہ شریعت میں بالکل حرام ہے۔'' سرمد نے جھٹ کہا'' یہ سوال اس سے پوچھیں جس نے میرے کپڑے اتارے ہیں۔ (یعنی جس'' حسن آفریں'' کی محبت میں اس حال کو پہنچا ہوں، اس سے پوچھیں) جب وہ مجھے کپڑے پہنائے گا، میں پہن لوں گا۔'' تینوں سوال وجواب مرتب کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کردیے گئے۔

علماء کیلئے شرعی حجت پیدا ہوگئی کہ سرمد نہ پورا کلمہ پڑھتا ہے، نہ بھنگ سے تائب ہوتا ہے، نہ کپڑے پہننے کو تیار ہے۔ چونکہ ان اعمال سے دنیا گمراہ ہو رہی ہے اس لئے اس کا قتل واجب ہوگیا ہے۔ بادشاہ نے محضر نامہ پر مہر لگادی۔

آخر کار سرمد کو اس کی خانقاہ سے گرفتار کیا گیا اور جب اسے قتل گاہ لے جانے لگے تو ہزارہا آدمی رورہے تھے' واویلا کررہے تھے لیکن سرمد بالکل مستانہ وار جارہا تھا۔ قتل گاہ میں قاضی نے وہ جرم پڑھ کر سنائے جس کی وجہ سے اسے واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔ سرمد بالکل مطمئن تھا، اور کوئی مزاحمت نہ کی۔

جلاد نے اس کی گردن اُڑانے کیلئے جب تلوار کھینچی تو سرمد نے قہقہہ لگایا اور فارسی میں یہ جملہ کہا'' تو جس لباس میں آئے گا، میں تجھے پہچان لوں گا۔'' جلاد نے ایک ہی ہاتھ میں گردن اُڑادی۔ گردن اُچھلی، خون کا فوارہ نکلا اور اس خون سے آواز آنے لگی'' اِلَّااللّٰہُ، اِلَّااللّٰہُ، اِلَّااللّٰہُ''

خون اس قدر بہہ رہا تھا کہ لوگ خوفزدہ ہوگئے، اطباء نے کہا چونکہ اس کے دل میں موت کا خوف نہ تھا اس لئے خون جامد نہ ہوا۔

Marfat.com

بہرصورت سرمد کو شہادت کے وقت خدا نظر آ گیا اور اس نے اقرار کرلیا الااللّٰہ، الا اللّٰہ، الا اللّٰہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اس واقعہ پر ایک جملہ میں تبصرہ فرمایا کہ علماء بھی جانتے تھے کہ سرمد ''مقام ناز'' پر تھا مگر شریعت کی رُو سے اس کا قتل واجب تھا۔ اس لئے اس کو قتل کر دیا گیا اور یہی اس کی آخری خواہش تھی اور اسی طرح وہ واصل باللہ ہوسکتا تھا۔

❀❀❀

Marfat.com

ضامن شہید

ہمارے اکابر میں سے وہ بزرگ ہیں جو ہمہ وقت شوق شہادت کے نشہ میں سرشار رہتے تھے۔ شہادت کی موت کا اس درجہ شوق تھا کہ بعض سُنن کی طرف توجہ نہ رہتی پائجامہ ٹخنوں کو ڈھانپ لیتا یا مونچھیں اتنی بڑھ جاتیں کہ لبوں پر آجاتیں مگر اُنہیں کچھ خیال نہ رہتا۔ ہر وقت شہادت کی موت کا جذبہ موجزن رہتا۔ کوئی ساتھی اگر خلاف سنت امر پر کچھ کہتا تو جوش میں آکر کہتے۔ ''ارے جنت ٹخنے ننگے رکھنے یا لبوں کو تراشنے سے نہیں ملتی۔ خدا کی قسم! جنت تو جب قرولی[1] کے دو ہاتھ چلتے ہیں تو ایک کاٹی سے پھٹتی ہے اور سامنے جنت ہوتی ہے۔'' اگر کوئی حضرت حاجی امداداللہ سے شکایت کرتا تو فرماتے ''میاں! تم ضامن کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ تو خدا کی راہ میں موت کا متلاشی رہتا ہے اسے اور کوئی ہوش نہیں۔''

۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کے خلاف جہاد میں سرگرم رہے۔ ایک دفعہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ضامن شہید ایک مسجد میں قیام پذیر تھے کہ انگریزوں کی ایک پلٹن ادھر سے گذری۔ دونوں بزرگ دیوار کی اوٹ لے کر دیکھنے لگے تو اچانک ضامن شہید بولے ''مولانا! مولانا! آپ نے دیکھا خضر علیہ السلام تو انگریزوں کی پلٹن کیساتھ جارہے ہیں۔'' مولانا نے جھٹ جواب دیا ''میاں ضامن پھر کیا ہوا؟ ہمارا جہاد تو ان کافروں سے اللہ اور رسول کے ارشاد کے مطابق ہے۔ بھلے ہم تو جہاد کرتے رہیں گے۔ اگر خضر علیہ السلام ان کے ساتھ ہیں تو یہی ہوسکتا ہے کہ فرنگی

---

[1] ہتھیار کا نام ہے۔

Marfat.com

جیت جائیں گے اگر تقدیر یونہی ہے تو ہمیں پریشان نہ ہونا چاہئے۔ حقیقت تو یہی ہے نا کہ ہم کافروں کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کررہے ہیں۔ وہ جیت بھی گئے تو ہمارا ثواب تو کہیں نہیں گیا وہ ہمیں مل کررہے گا۔''

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بزرگ تھانہ بھون تشریف لائے اور وہ اُس قبرستان میں جہاں ضامن شہید دفن تھے' چلے گئے اور فاتحہ پڑھنے لگے تو اچھنبے میں آ گئے اور واپسی پر مجھ سے کہا مولانا میں ایک قبر پر فاتحہ پڑھنے لگا تو آواز آئی ''چل بے چل کسی مردے پر فاتحہ پڑھ، ہم تو زندہ ہیں۔''

ان کی بات سن کر میں ہنس پڑا اور بتایا کہ وہ ہمارے ضامن شہید کی قبر ہے۔ وہ بہت زندہ دل آدمی تھے۔ قبر میں بھی زندہ دلی نہیں گئی۔ بھائی یہ اللہ میاں کے لاڈلے لوگ ہوتے ہیں۔

❀❀❀

Marfat.com

دہلی کا ایک مجذوب

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا دہلی شہر میں ایک مجذوب بازاروں میں گھومتا رہتا اور بلند آواز سے نہایت پرسوز لے میں ہمیشہ یہ ایک ہی مصرع پڑھتا رہتا ''اس لئے مجھ کو تڑپنے کی تمنا کم ہے۔'' لوگ پوچھتے ''میاں یہ بھی تو بتاؤ کہ کس لئے؟ اس کا دوسرا مصرع کیا ہے؟'' وہ ہمیشہ یہ کہہ کر آگے بڑھ جاتا ''کہ یہ بتادوں تو اسی وقت جان نکل جائے گی۔''

ایک روز اسے چند نوجوانوں نے گھیرلیا اور بضد ہوگئے کہ دوسرا مصرع بھی سناؤ۔ اس نے بہتیرا انکار کیا مگر وہ ضدی نوجوان نہ ٹلے اور کہا آج تو دوسرا مصرع سن کر ہی رہیں گے۔ جب اس نے کوئی راہ فرار نہ دیکھی تو کہا اگر تم میری موت پر ہی راضی ہوتو لوسنو۔ پھر اُسی سوز بھری آواز میں پورا شعر سنادیا:

اس لئے مجھ کو تڑپنے کی تمنا کم ہے
وسعت دل ہے بہت وسعت صحرا کم ہے

شعر پڑھ کر ایک چیخ بلند کی اور وہیں ڈھیر ہوگیا۔

انا اللہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

اللہ کے گھر والی

پتہ نہیں کس زمانے کی بات ہے؟ ہندوستان کے کسی شہر میں ایک شخص زنانہ لباس پہن کر گھومتا، لوگ اسے ہیجڑہ سمجھتے تھے۔ کہاں رہتا ہے؟ کیا نام ہے؟ کسی کو معلوم نہ تھا۔ پوچھو تو کہتا'' میں اللہ کے گھر والی ہوں۔ اس لئے اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ جب کبھی وہ بازار نکلتا' اوباش نوجوان اس پر آوازیں کستے، مذاق کرتے، دوپٹہ کھینچتے، فحش قسم کی حرکات کرتے' وہ صبر سے سہہ لیتا۔ زیادہ تنگ کرتے تو اتنا کہہ دیتا'' اجی چھوڑو! اللہ کے گھر والی سے مذاق اچھا نہیں۔''

ایک دفعہ صورت حال یہ ہوئی کہ گرمی شدید پڑی' بارش نہیں ہورہی تھی' فصلیں تباہ ہوگئیں، کنویں خشک ہوگئے' جانور تک بلبلا اٹھے' لوگ دعائیں مانگتے، نماز اِستسقیٰ پڑھتے مگر سماں نہ بدلا۔ آخر شہر کے کچھ نیک نمازی علاقہ کے عالم دین اور متقی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا حضرت کیا بنے گا، گرمی اور قحط کی آفت کیسے ٹلے گی۔ آپ بزرگ ہیں دعا فرمائیں، کچھ تدبیر بتائیں۔ ان لوگوں کی فریاد سن کر انہوں نے مہر خاموشی توڑی اور فرمایا'' تمہیں یقین نہیں آئے گا مگر میں اصل بات بتادیتا ہوں۔ جب تک یہ اوباس نوجوان اللہ کے گھر والی کو ستانا نہیں چھوڑیں گے اور تم معززین اس سے معافی نہیں مانگو گے یہ مصیبت دور ہونے کی نہیں۔ چاہے سارا علاقہ بھسم ہوجائے اور تمام لوگ مرہی کیوں نہ جائیں۔ اللہ میاں ناراض ہیں۔ ان کی ناراضی اللہ کے گھر والی کو راضی کرکے ہی دور ہوسکتی ہے۔

ایک ثقہ اور عالم دین بزرگ کے منہ سے یہ بات سن کر وہ لوگ حیرت

Marfat.com

میں گم ہو گئے۔ ان کا ارشاد سن کر وہ لوگ اللہ کے گھر والی کی تلاش میں لگ گئے۔ بات مشہور ہوگئی۔ ایک ہجوم ساتھ ہولیا۔ کسی کو اس کے گھر گھاٹ کا پتہ نہ تھا۔ ایک شخص نے بتایا کہ میں نے اسے کئی دفعہ علی الصبح فلاں بوڑھی مغنیہ کے گھر سے نکلتے دیکھا ہے۔ ہجوم اس مغنیہ کے پاس پہنچا۔ اس سے پوچھا تو اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہر روز منہ اندھیرے وہ میرے ہاں آتی ہے' جھاڑو جھپاڑو دیتی ہے، گھڑوں میں پانی بھر دیتی ہے۔ نہ تو کبھی اس نے مجھ سے کوئی پیسہ لیا، نہ کبھی کچھ کھایا پیا۔ بس اتنا کام کر کے غائب ہو جاتی ہے۔

وہ معززین اور ان کے ہمراہ ہجوم مزید حیرت میں گم ہوگیا۔ کسی نے کہا میں نے اسے فلاں راستے سے شہر کے باہر جاتے کئی بار دیکھا ہے۔ وہ ہجوم اسی راستے سے شہر کے باہر نکلے۔ دور ایک میدان میں اس کی جھلک نظر آئی۔ وہ تنہا بیٹھی تھی۔ ہجوم بھاگا اور اسے جالیا۔ چند معززین آگے ہوئے تو اس نے کہا ''آج بڑے بڑے لوگ ایک ہجوم لے کر یہاں بھی مجھے ستانے پہنچ گئے۔'' معززین نے کہا ''نہیں نہیں اللہ کے گھر والی! یہ بات نہیں۔ ہم تو تمہیں تلاش کرتے کرتے یہاں پہنچے کہ تم سے معافی مانگیں۔ آئندہ کوئی نوجوان نہ تمہیں چھیڑے گا، نہ مذاق کرے گا۔ تو اللہ کے گھر والی ہے، اللہ کی مخلوق پر رحم کر' سب کو معاف کردے۔'' کہنے لگی'' ہائے ہائے!! آپ بھی میرے ساتھ مذاق کرنے لگے۔ میں راندھی ، باندھی معاف کرنے والی کون؟ بزرگو آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' آخر انہیں بات کہنی پڑی کہ فلاں بزرگ کو جانتی ہو۔ اس نے ہمیں سب کچھ بتادیا ہے اور اسی کے ارشاد کے مطابق معافی مانگنے آئے ہیں۔ یہ سن کر اس نے ایک دل سوز آہ بھری اور کہا'' ہائے ظالم نے میرا راز فاش کردیا۔'' پھر چیخ

Marfat.com

اللہ کے گھر والی

پتہ نہیں کس زمانے کی بات ہے؟ ہندوستان کے کسی شہر میں ایک شخص زنانہ لباس پہن کر گھومتا، لوگ اسے ہیجڑہ سمجھتے تھے۔ کہاں رہتا ہے؟ کیا نام ہے؟ کسی کو معلوم نہ تھا۔ پوچھو تو کہتا'' میں اللہ کے گھر والی ہوں۔ اس لئے اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ جب کبھی وہ بازار نکلتا' اوباش نوجوان اس پر آوازیں کستے، مذاق کرتے، دوپٹہ کھینچتے، فحش قسم کی حرکات کرتے' وہ صبر سے سہہ لیتا۔ زیادہ تنگ کرتے تو اتنا کہہ دیتا'' اجی چھوڑو! اللہ کے گھر والی سے مذاق اچھا نہیں۔''

ایک دفعہ صورت حال یہ ہوئی کہ گرمی شدید پڑی' بارش نہیں ہورہی تھی' فصلیں تباہ ہوگئیں، کنویں خشک ہوگئے' جانور تک بلبلا اٹھے' لوگ دعائیں مانگتے، نمازِ استسقیٰ پڑھتے مگر سماں نہ بدلا۔ آخر شہر کے کچھ نیک نمازی علاقہ کے عالم دین اور متقی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا حضرت کیا بنے گا، گرمی اور قحط کی آفت کیسے ٹلے گی۔ آپ بزرگ ہیں دعا فرمائیں، کچھ تدبیر بتائیں۔ ان لوگوں کی فریاد سن کر انہوں نے مہر خاموشی توڑی اور فرمایا'' تمہیں یقین نہیں آئے گا مگر میں اصل بات بتادیتا ہوں۔ جب تک یہ اوباش نوجوان اللہ کے گھر والی کو ستانا نہیں چھوڑیں گے اور تم معززین اس سے معافی نہیں مانگو گے یہ مصیبت دور ہونے کی نہیں۔ چاہے سارا علاقہ بھسم ہوجائے اور تمام لوگ مرہی کیوں نہ جائیں۔ اللہ میاں ناراض ہیں۔ ان کی ناراضی اللہ کے گھر والی کو راضی کرکے ہی دور ہوسکتی ہے۔

ایک ثقہ اور عالم دین بزرگ کے منہ سے یہ بات سن کر وہ لوگ حیرت

Marfat.com

میں گم ہو گئے۔ ان کا ارشاد سن کر وہ لوگ اللہ کے گھر والی کی تلاش میں لگ گئے۔ بات مشہور ہوگئی۔ ایک ہجوم ساتھ ہولیا۔ کسی کو اس کے گھر گھاٹ کا پتہ نہ تھا۔ ایک شخص نے بتایا کہ میں نے اسے کئی دفعہ علی الصبح فلاں بوڑھی مغنیہ کے گھر سے نکلتے دیکھا ہے۔ ہجوم اس مغنیہ کے پاس پہنچا۔ اس سے پوچھا تو اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہر روز منہ اندھیرے وہ میرے ہاں آتی ہے' جھاڑو جھپاڑو دیتی ہے، گھڑوں میں پانی بھر دیتی ہے۔ نہ تو کبھی اس نے مجھ سے کوئی پیسہ لیا، نہ کبھی کچھ کھایا پیا۔ بس اتنا کام کر کے غائب ہو جاتی ہے۔

وہ معززین اور ان کے ہمراہ ہجوم مزید حیرت میں گم ہوگیا۔ کسی نے کہا میں نے اسے فلاں راستے سے شہر کے باہر جاتے کئی بار دیکھا ہے۔ وہ ہجوم اسی راستے سے شہر کے باہر نکلے۔ دور ایک میدان میں اس کی جھلک نظر آئی۔ وہ تنہا بیٹھی تھی۔ ہجوم بھاگا اور اسے جالیا۔ چند معززین آگے ہوئے تو اس نے کہا ''آج بڑے بڑے لوگ ایک ہجوم لے کر یہاں بھی مجھے ستانے پہنچ گئے۔'' معززین نے کہا ''نہیں نہیں اللہ کے گھر والی! یہ بات نہیں۔ ہم تو تمہیں تلاش کرتے کرتے یہاں پہنچے کہ تم سے معافی مانگیں۔ آئندہ کوئی نوجوان نہ تمہیں چھیڑے گا، نہ مذاق کرے گا۔ تو اللہ کے گھر والی ہے، اللہ کی مخلوق پر رحم کر' سب کو معاف کردے۔'' کہنے لگی'' ہائے ہائے!! آپ بھی میرے ساتھ مذاق کرنے لگے۔ میں راندھی ، باندھی معاف کرنے والی کون؟ بزرگو آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' آخر انہیں بات کہنی پڑی کہ فلاں بزرگ کو جانتی ہو۔ اس نے ہمیں سب کچھ بتادیا ہے اور اسی کے ارشاد کے مطابق معافی مانگنے آئے ہیں۔ یہ سن کر اس نے ایک دل سوز آہ بھری اور کہا'' ہائے ظالم نے میرا راز فاش کردیا۔'' پھر چیخ

Marfat.com

چیخ کر روئی ''اے اللہ انہیں معاف فرما اور بارش برسا۔ نہیں تو میں اپنا دوپٹہ اتاردوں گی، مانگ اُجاڑ دوں گی، چوڑیاں توڑ دوں گی اور کہہ دوں گی میرے سائیں نے مجھے چھوڑ دیا'' یہ کہہ کر لرز گئی۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ پتہ نہیں اتنے میں بادل اُمنڈ اُمنڈ کر کہاں سے آگئے اور گرجنے لگ گئے۔ اللہ کے گھر والی جلدی سے اٹھی بھاگی اور زمین میں دھنس گئی، چند قدم پر پھر باہر نکلی پھر دھنس گئی، جب ساتویں بار دھنسی تو پھر نہ نکل سکی۔ وہیں اس کی قبر بنادی گئی پھر وہاں آبادی ہوگئی اور اس آبادی کا نام '' ست گھرہ'' رکھ دیا گیا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے '' ست گھرہ'' نام رکھنے کی وجہ تسمیہ بتائی۔ میرے ساتھ دو تین ساتھی اور بھی بیٹھے تھے۔

❀❀❀

Marfat.com

ایک مجذوب اور ایک نازنین

وہ مست و بے خود ماحول سے بے نیاز لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا جارہا تھا۔ اچانک ایک نازنین ومہ جبین کی ریشمی قبا جو زمین کو چھو رہی تھی، اس کے پاؤں کے نیچے آ گئی۔ اس کافر اَدا کو جب ذرا سا جھٹکا لگا تو اُوئی کہہ کر اس کے ساتھ جو ایک بارعب مرد جارہا تھا اس کا بازو تھام لیا۔

مرد نے یہ صورت حال دیکھی تو طیش میں آ کر اس مست کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ جڑ دیا۔ مست نے طمانچہ مارنے والے کو ایک غلط انداز نظر سے دیکھا اور بے نیازانہ آگے بڑھ گیا۔ مگر اس مرد کے چہرے پر ایک فاتحانہ غرور تھا اور وہ حسینہ اٹھلا اِٹھلا کر اس مجذوب کو دشنام دے رہی تھی۔ بتاؤں یہ کون تھا؟ یہ مست ومجذوب حضرت نظام الدین اولیاء کے خدام میں سے تھا۔ وہ بارعب مرد دہلی کا کوتوال تھا اور وہ نخرے والی شہر کی مشہور مغنیہ اور حسینہ کوتوال کی محبوبہ تھی!

ابھی وہ مجذوب پچاس قدم بھی نہیں آگے گیا ہوگا کہ کوتوال صاحب دھڑام سے زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ راہگیر جمع ہوگئے اور پوچھنے لگے کوتوال صاحب کو کیا ہوگیا ہے تو وہ حسینہ چلائی کہ وہ جو پاگل جارہا ہے اسے پکڑو اسی نے کچھ کیا ہے۔ کچھ چاپلوس بھاگے اور اس مجذوب کو پکڑ کر لے آئے۔ اس نے لاپروائی سے کہا میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ بے خبری میں میرا پاؤں اس عورت کی زمین بوس قبا پر پڑ گیا تھا اس شخص نے اپنی محبوبہ کی ذرا سی تکلیف پر طیش میں آ کر مجھے زوردار طمانچہ رسید کردیا۔ میں تو خاموش رہا اور آگے بڑھ گیا مگر میرے یار کو میری تکلیف کا احساس ہوگیا۔ وہی اس سے بدلہ لے رہا ہے وہ اپنے یار کی

Marfat.com

تکلیف پر چڑ گیا، میرا یار میری تکلیف سے تاؤ میں آ گیا۔ یاروں کو یاروں کا پاس تو ہوتا ہی ہے نا!

یہ کہہ کر وہ مسکرایا اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہا'' پیارے میں نے اسے معاف کیا تو بھی معاف کر دے!'' مجذوب کا اتنا کہنا تھا کہ کوتوال اٹھ کر بیٹھ گیا اس صورت حال سے ہجوم حیران ہوگیا کوتوال اور اس کی محبوبہ نے اس مست و مجذوب سے سرعام معافی مانگ لی۔

❀❀❀

Marfat.com

بلبل چہ گفت، گل چہ شنید و صبا چہ کرد

لکھنو کے ایک نواب صاحب بڑے ٹھیک ٹھاک شاعر تھے۔ اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں خوب طبع آزمائی کر لیا کرتے تھے۔ ایک رات بستر پر لیٹے تو اچانک ایک خوبصورت مصرع سوجھ گیا۔ ''بلبل چہ گفت گل چہ شنید و صباچہ کرد'' نواب صاحب نے سوچا اس بے تکلف پھڑکتے ہوئے مصرع پر مصرع ثانی لگا کر شعر مکمل کر دیا جائے۔

سوچتے سوچتے آخر مصرع ثانی بھی اُسی آن بان کا سوجھ گیا۔ نواب صاحب مطمئن ہو کر سو گئے۔ جب صبح اُٹھے، پہلا مصرع تو یاد تھا دوسرا مصرع بھول گئے۔ بہت سوچا، سر پٹکا، مگر وہ مصرع ذہن میں آنے سے رہا۔ رات جو شعر ہو گیا تھا اس کا حسن و بے ساختگی انہیں پریشان کر رہی تھی۔ ویسا دوسرا مصرع بھی نہیں بن رہا تھا۔ شہر کے تمام شعرا کو بلایا، اپنی مشکل بیان کی۔ ہر شاعر نے مصرع ثانی لگایا مگر نواب صاحب کو اپنے مصرع جیسی برجستگی نہ ملتی تھی۔ مایوس ہو کر محفل برخاست کر دی۔

نواب صاحب نے مصاحبین سے دریافت کیا کہ کیا ان شعراء کے علاوہ شہر میں اور کوئی شاعر نہیں ہے؟ ایک مصاحب نے عرض کیا ''قبلہ ایک پاگل مخبوط الحواس آدمی ہے، وہ بھی اپنے آپ کو بڑا شاعر سمجھتا ہے مگر ہے ذرا مجذوب سا۔ اس کا ٹھکانہ مستقل کہیں نہیں'' نواب صاحب نے کہا ''بابا جاؤ اسے تلاش کر کے لاؤ۔ شاید اسی سے میری مشکل حل ہو جائے'' مصاحب اسے ڈھونڈنے چلا گیا۔ آخر تلاش کر کے نواب صاحب کے سامنے پیش کر دیا۔ نواب صاحب نے کہا

Marfat.com

''میاں سنا ہے تم اعلیٰ پائے کے شاعر ہو؟'' خوش ہوکر عرض کیا ''عالی قدر! یہ آپ کی عزت افزائی ہے ورنہ لوگ تو مجھے دیوانہ اور مجذوب کہتے ہیں۔'' ''لوگوں کو چھوڑیں میرا ایک مصرع ہے۔ اگر اس پر گرہ اسی شان کی لگ گئی تو آپ کو انعام بھی دیں گے اور اعلیٰ پائے کا شاعر بھی مان لیں گے دیکھئے مصرع یہ ہے ''بلبل چہ گفت گل چہ شنید و صباچہ کرد'' اس نے مصرع سنا تو سر جھٹک کر کہا ''نواب صاحب! (اس کا نام غالباً رائے رام پرشاد تھا)۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں
بلبل چہ گفت گل چہ شنید وصباچہ کرد[1]

نواب صاحب اچھل پڑے واہ واہ واہ!!! خدا کی قسم میرا یہی مصرع تھا جو میں بھول چکا تھا۔ میاں مجذوب تم تو چھپے رستم نکلے۔ اس مجذوب نے قہقہہ لگایا اور اٹھ کر بھاگ گیا!

❀❀❀

[1] اتنی کسے فرصت ہے کہ باغباں سے جاکر پوچھے کہ بلبل کیا کہہ رہی ہے، پھول کیا سن رہا ہے اور ہوا اِدھر اُدھر کیا کر رہی ہے۔

Marfat.com

بھکاری کا ایک ایک بال اللہ کے ذکر میں مشغول ہے

ایک دفعہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کسی ساتھی کو چھوڑنے ریلوے اسٹیشن جارہے تھے۔ ریلوے اسٹیشن کے پل کے نیچے ایک بوڑھا بھکاری میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس ٹوٹی ہوئی چار پائی پر پڑا تھا۔ حضرت نے چند لمحوں کیلئے اسے دیکھا اور پھر اپنے ساتھی سے فرمایا ''دیکھو! اس فقیر کا ایک ایک بال اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہے۔''

❀❀❀

Marfat.com

ایبٹ آباد کا ایک مجذوب

یہ واقعہ حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے روز مجمع عام میں ذکر فرمایا تھا۔ فرمایا، لاہور والو! تم بدقسمت ہو۔ اللہ والے تم سے ملنا نہیں چاہتے۔ وہ بزرگ چند دن ہوئے وفات پا گئے ہیں۔ اس لئے اب بتاتا ہوں۔ میرا اُن سے وعدہ تھا کہ ان کی زندگی تک یہ راز مخفی رکھوں گا۔

پھر فرمایا: ایک روز میں بازار جارہا تھا۔ اچانک ایک بزرگ بڑھ کر ملے، مصافحہ کیا اور کہا مجھے تین روز ہو گئے، تمہارے شہر میں آیا ہوں، مگر عجیب حال ہے' دوکانوں پر ''سور'' بیٹھے نظر آتے ہیں' کچھ کھانے پینے کو جی نہیں چاہتا۔ آج تم نظر آئے ہو، شکر ہے، کوئی تو انسان ملا۔ حضرت نے کہا میں نے انہیں مہمانی کیلئے کہا تو کہنے لگے'' ایک شرط پر کہ کسی کو بھی میری اطلاع نہ دو تو چلنے کیلئے تیار ہوں، کیوں کہ لوگ دنیا کے طالب ہیں، آ کر تنگ کرتے ہیں، اللہ کا نام کوئی نہیں پوچھتا۔''

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے ان کی شرط منظور کرلی اور ساتھ لے آیا۔ میرے ہاں تین دن قیام رہا پھر رخصتی چاہی۔ میں نے اَتہ پتہ چاہا تو ایبٹ آباد کی ایک پہاڑی کے دامن میں بتایا۔ حضرت کہنے لگے میں کبھی کبھی جا کر مل آتا تھا۔ اب چند روز ہوئے' وہ وفات پا گئے ہیں۔ لاہور والو! افسوس ہے، اللہ والے تم سے خوش نہیں۔

اس سلسلے میں قاضی مظہر حسین صاحب نے مزید بتایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ میں ان کو ملنے کیلئے ایبٹ آباد گیا تو وہ اپنی جھونپڑی میں بیٹھے تھے۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تو مجھ سے فرمایا تم نماز پڑھاؤ۔ میں نے اس خیال سے نماز پڑھا دی کہ الحمدللہ ان کی نظر میں میں انسان تو ہوں۔

Marfat.com

رجال الغیب کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کانفرنس سرگودھا میں تشریف لائے۔ نصف شب کے قریب خطاب ختم کر کے حضرت امیرِ شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دفتر ختم نبوت تشریف لائے کیونکہ حضرت امیر شریعت کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ نصف گھنٹہ کے قریب دونوں بزرگوں میں باتیں ہوتی رہیں۔ جب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جانے کیلئے اُٹھے تو ہم پانچ سات شخص جو امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے، احتراماً کار تک چھوڑنے کیلئے ساتھ ہو گئے۔ کار سڑک کے ایک کنارے ذرا اندھیرے میں کھڑی تھی۔ حضرت جب کار میں بیٹھ گئے تو میں نے مصافحہ کیا اور میرے ساتھ جو آئے تھے' وہ بھی مصافحہ کرنے لگے اور مزید لوگ بھی جمع ہو گئے کہ بھیڑ سی لگ گئی اور ایک دوسرے سے مصافحہ میں سبقت لینے کی کوشش میں دھکم پیل معلوم ہونے لگی۔ خیر حضرت کی کار چل پڑی۔ جب انہیں رُخصت کر کے میں نے دیکھا تو ہم وہی پانچ سات آدمی تھی۔ وہ بھیڑ بھاڑ غائب تھے۔ میں حیران رہ گیا۔ یہی خیال کیا کہ یہ کوئی رجال الغیب تھے جو رخصت کرنے کیلئے آ گئے تھے۔

❀❀❀

Marfat.com

شنکیاری کا مجذوب

شنکیاری ضلع مانسہرہ میں تین روزہ جلسہ تھا۔ جلسہ کے دوسرے دن کچھ علماء، کچھ طلباء میرے پاس جمع ہوکر آ گئے اور کہا کہ آپ ایک عمر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے ساتھ رہے ہیں۔ ہمیں ان کی خاص باتیں بتائیں۔ ایک صاحب بولے پہلے ان کی عظمت کا ایک واقعہ آپ ہم سے سن لیں تاکہ آپ کو یہ پتہ چلے کہ ہم ان کے متعلق آپ سے باتیں کیوں سننا چاہتے ہیں۔

تھوڑے دنوں سے یہاں کاؤں میں ایک اجنبی بزرگ خاموش چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مسجد یا کوئی میدان ان کا ٹھکانہ ہوتا ہے۔ کچھ پوچھیں تو دولفظی جواب دیتے ہیں۔ ہمارے یہاں کے ایک بزرگ عالم نے انہیں دیکھا تو بتایا کہ صاحب کشف وکرامت ہیں اور آزاد کشمیر سے پیدل یہاں پہنچے ہیں۔

ایک دن اسی بزرگ کو ہم نے ایک جگہ تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا تو ہم نے آزمانے کیلئے ایک طریقہ اختیار کیا۔ وہ یہ کہ چند پتھروں کے ٹکڑے لئے اور ہر پتھر پر کسی ایک بزرگ کا بغیر سیاہی کے اُنگلی کے ساتھ نام لکھ دیا اور ایک پتھر پر مرزا غلام احمد بھی لکھ دیا۔ پھر ہم وہ سب پتھر اُس بزرگ کے پاس لے کر گئے اور خاموشی سے ان کے سامنے رکھ دیئے۔ وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائے پھر ایک پتھر اٹھا کر نام پڑھا اور اس بزرگ کا مقام بیان کیا۔ حالانکہ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہم نے اس پتھر پر اسی بزرگ کا نام لکھا ہے۔ پھر دوسرا، پھر تیسرا، نام پڑھتے گئے' مقام بتاتے گئے۔ پھر ایک پتھر اٹھا کر دور پھینک کر کہا اس مردود کو ان میں کیوں

Marfat.com

رکھا ہے۔ پھر ایک پتھر اُٹھایا اور کہا'' سبحان اللہ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کی بوعلی قلندر سے دوڑ ہوئی اور آگے نکل گئے۔''

میں نے مولانا اجمل خان صاحب لاہور والوں سے ذکر کیا۔ وہ بھی جلسہ میں دوسرے روز تشریف لے آئے تھے۔ ہم نے مختلف ساتھیوں کی ڈیوٹی لگادی کہ جہاں بھی وہ اس بزرگ کو دیکھیں ہمیں فوراً اطلاع دیں۔ عین جب ویگن تیار تھی، ہم واپسی کیلئے سوار ہونے والے تھے تو ایک طالب علم ہانپتا ہانپتا آیا اور کہا گیلانی صاحب وہ بزرگ اسکول کے گراؤنڈ میں لیٹے ہوئے ہیں۔

مولانا محمد اجمل خان صاحب اور میں دونوں فوراً وہاں پہنچے ہم نے دیکھا کہ ایک فقیر منش بزرگ دنیا ومافیہا سے ماوراء اپنے عمامہ کا تکیہ بنائے زمین پر مزے سے لیٹے ہوئے ہیں۔ ہمارے قدموں کی چاپ سن کر وہ اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ میں نے عرض کیا ''حضرت دُعا کیلئے حاضر ہوئے ہیں' بس'' انہوں نے ہاتھ دعا کیلئے بلند کردیئے۔ دُعا کے بعد میں نے عرض کیا حضرت اجازت دیں، کہیں ویگن والا ہمیں چھوڑ کر نہ چلا جائے، فرمایا نہیں جائے گا۔ پھر وہ بھی ہمارے ساتھ چل دیئے۔ پہنچے تو ویگن والا ہمارا منتظر تھا۔ ہمیں خود سوار کرایا۔ پھر دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھادیے۔ ویگن چل پڑی اور میں اُنہیں تاحدامکان دیکھتا رہا۔ کیونکہ وہ کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

❀❀❀

Marfat.com

یہ عورت ایک چھلانگ لگا کر دوزخ سے جنت میں پہنچ گئی

کوئی طویل سفر تھا۔ میں اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کار میں پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت مفتی محمود مرحوم آگے۔ مولانا نے کہا مفتی صاحب آپ کو ایک عجیب واقعہ سناؤں۔

ہمارے ہاں ایک مجذوب سا آدمی یونہی مستانہ وار پھرتا رہتا ہے۔ مگر جب بھی کوئی خبر دیتا ہے وہ صحیح نکلتی ہے۔ لیکن اب اس نے جو خبر دی اُس کا اس دنیا میں تو پتہ نہیں چل سکتا' البتہ آخرت میں پتہ چلے گا۔ آپ نے دیکھا ہوگا ہمارے پہاڑی علاقوں میں مکانوں کی چھتیں کھلی ہوتی ہیں' کوئی چار دیواری نہیں ہوتی۔ ایک عورت رات کو اٹھی اور اپنے مکان کی چھت کے کنارے پر بیٹھ کر پیشاب کرنے لگی۔ پیشاب کرتے ہوئے اسے خیال آیا اوہو میرا منہ تو قبلہ کی طرف ہے۔ گھبرا کر اس نے رُخ بدلا تو پاؤں پھسل کر کنارے سے اُتر گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ لڑھک کر گلی میں آ گری۔ گرتے ہوئے جب چیخی تو گھر والے جاگ کر دوڑے اور اسے سنبھالا۔ وہ اس وقت تک زندہ تھی۔ جب اس سے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ تو بمشکل یہ وجہ بتائی اور اس کے بعد بے چاری نے دم توڑ دیا۔ اب رونے چیخنے کی آواز سن کر وہ مجذوب بھی آ گیا۔ اس عورت کی لاش کو دیکھ کر قہقہہ مار کر کہنے لگا'' واہ بھئی واہ یہ عورت ایک چھلانگ لگا کر دوزخ سے جنت میں پہنچ گئی۔'' یہ واقعہ سن کر مفتی صاحب نے کہا ''مولانا اس مجذوب نے ٹھیک

Marfat.com

ہی کہا۔ آپ کی نظر سے وہ حدیث نہیں گزری کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص بے خبری میں بول وبراز کے لئے قبلہ رخ بیٹھ جائے اور پھر اسے معلوم ہو کہ میرا رُخ قبلہ کی طرف ہے اور وہ احتراماً اپنا رُخ بدل لے تو اس کے سارے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس بے چاری عورت نے یہی کیا تھا اور فوراً مرگئی۔ ظاہر ہے وہ جنتی ہوگئی۔"

❀❀❀

Marfat.com

پاکستان کا صدر مرگیا

محترم عمر دین صاحب فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا' میں ڈیرہ اسماعیل خان میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مجذوب دوڑتا ہوا چیخ چیخ کر آواز لگاتا جارہا تھا کہ پاکستان کا صدر مرگیا، پاکستان کا صدر مرگیا۔ اُسی شام ریڈیو پر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سنی۔ ہوسکتا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ اُس دور کے پاکستان کے روحانی صدر ہوں۔ (ماخوذ)

امام الدین' امام الاولیاء نمبر

❀❀❀

Marfat.com

مدینہ شریف میں مجاذیب

قاضی مظہر حسین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''مدینہ شریف میں اکثر مجاذیب جمع ہوجاتے ہیں۔ جب میں مدینہ شریف حاضر ہوتا ہوں تو مجھ سے آکر ملتے ہیں۔''

❀❀❀

Marfat.com

اللہ کا ولی مجذوب

محترم جناب جمیل احمد میواتی خلیفہ مجاز حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بوڑھے آدمی تشریف لائے۔ حضرت شیخ التفسیر احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا بہت اکرام اور احترام کیا۔ مجھ سے چارپائی بچھوائی اور چلتے وقت تانگہ کیلئے کرایہ بھی دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس تواضع اور اکرام پر بڑی حیرت ہوئی۔

مجذوب سے (میرے متعلق) فرمایا کہ یہ میرا دوست ہے۔ یہ آپ کے ساتھ جائے گا۔

اُس وقت مسجد میں ظہر کی نماز ہورہی تھی۔ اس مجذوب نے نہ نماز ادا کی اور نہ بعد میں کوئی نماز پڑھی۔ راستہ میں مجھ سے کہا کہ ''پاک پتن سے آرہا ہوں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ تو لاہور میں مولانا احمد علی کی زیارت کو جا۔'' مجھے اس کے نماز نہ پڑھنے پر بڑا غصہ تھا۔ لیکن اُن کو پہنچا کر جب واپس آیا تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے میری قلبی کیفیت بھانپ کر فرمایا'' وہ تو بہت اچھے آدمی تھے۔'' میں یہی سمجھا کہ وہ ولی بھی تھے اور مجذوب بھی۔ کیونکہ حضرت نے تقریر کے دوران فرمایا'' بعض مجذوب اللہ کے ولی ایسے ہوتے ہیں کہ تم ان کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرو۔''

ماخوذ از خدام الدین فروری ۶۳ء

❀❀❀

Marfat.com

قطب وقت کی زیارت

مولانا سید امین الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' جب میں اپنے مرشد حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج بیت اللہ شریف کو گیا تو فراغت کے بعد حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا ''تم نے قطب وقت کو دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کیا ''نہیں'' فرمایا: ''ترکوں اور عربوں میں جھڑپ ہوگئی اور دونوں طرف سے تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئی تھیں تو ایک آدمی دونوں گروہوں کے درمیان بازو پھیلا کر کھڑا ہوگیا تھا اور لڑائی رُک گئی تھی اور تم نے دیکھا تھا کہ منیٰ کے میدان میں جب سخت دھوپ اور شدت کی گرمی تھی لوگ پیاس اور پسینے سے بے چین تھے تو ایک شخص اونٹ دوڑاتے ہوئے بلند آواز سے پکار رہا تھا ''اے اللہ رحم کر، بارانِ رحمت کا نزول فرما۔'' تو بادل اُمنڈ آئے اور بارش برسنے لگی تھی۔'' میں نے عرض کی ''ہاں میں نے دونوں مواقع پر اس شخص کو دیکھا تھا۔'' تو حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:'' وہی تو قطب وقت تھا۔''

❀❀❀

Marfat.com

فقیر والی کا اجنبی مجذوب

فقیر والی کا ذکر چھڑا تو جی چاہتا ہے کہ بات کا آغاز اس واقعہ سے شروع کروں کہ میرا تعلق فقیر والی سے کیسے ہوا؟ (فقیر والی ضلع بہاولنگر کا ایک قصبہ ہے)

قریباً پچاس برس پہلے کی بات ہے کہ میں ملتان مجلس تحفظ ختم نبوت کے جلسہ میں شریک ہوا۔ جب میں نظم پڑھنے کے بعد اسٹیج سے اتر کر باہر آیا تو بہت سے اصحاب مجھ سے ملنے کے لئے جمع ہوگئے۔ ان حضرات سے مصافحے اور معانقے ہو رہے تھے کہ ایک ادھیڑ عمر کے بزرگ اس ہجوم میں راستہ بناتے ہوئے مسکراتے ہوئے مجھ سے بغلگیر ہوگئے۔ پھر یوں تعارف کرایا کہ میرا نام فضل محمد ہے اور مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کا مہتمم ہوں۔ پچھلے برس میں نے مدرسہ قاسم العلوم کے سہ روزہ جلسہ کے لئے آپ کو دعوت دی تھی اگرچہ آج سے پہلے میں نے آپ کو نہ دیکھا نہ سنا تھا' البتہ آپ کی شہرت سنی تو جی چاہا کہ آپ کو جلسہ میں شرکت کی دعوت دوں چنانچہ میں نے آپ کو دعوت نامہ ارسال کیا' مگر اس کا جواب میرے لئے کچھ حوصلہ افزا نہ تھا تو میں نے اس خط کا جواب کچھ تلخی سے دیا۔ پھر آپ کا خط میرے خط کے جواب میں آیا تو مجھے احساس ہوا کہ واقعی مجھے ایسا خط نہیں لکھنا چاہئے تھا۔ اب یہ حسن اتفاق کہئے کہ امسال کے جلسہ کیلئے میں علماء کرام کو دعوت دینے کے لئے ملتان پہنچا تو آج کے اس جلسہ میں شرکت کا موقع مل گیا۔

لہٰذا اب ان سب حضرات کے سامنے میں اپنے (بقول ان کے) جرم

Marfat.com

کا اعتراف کرتا ہوں امید ہے آپ درگذر کرتے ہوئے اب میری دعوت قبول کرلیں گے۔ ان کی اس معصومانہ گفتگو سے میں بہت متاثر ہوا اور وعدہ کرلیا کہ آپ کے جلسہ میں انشاء اللہ ضرور شرکت کروں گا۔ کہنے لگے یوں نہیں شاہ جی میں تو آپ سے پکی دوستی کرنا چاہتا ہوں انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ آپ کے چاہنے والوں میں سے میں صف اول کا وفادار ہوں گا۔ آج آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ جب تک میں زندہ رہوں یا آپ زندہ رہیں ہر سال میرے جلسہ میں شرکت کرنا ہوگی۔ ان کے اس اظہار محبت نے مجھے مجبور کردیا میں نے عرض کیا ''مولانا خدا نے چاہا تو میں بھی وفادار ثابت ہونگا اور آپ کے ہر جلسہ میں شرکت کیا کرونگا'' وہیں کھڑے کھڑے پہلی ہی ملاقات میں دونوں طرف سے پیمانِ وفاداری ہوگیا اب میں ان کے ہر جلسہ میں شرکت کیلئے جایا کرتا اور تین روز ہی قیام کرتا۔

مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت محبت کرنے والے بزرگ ثابت ہوئے ہر سال سفر خرچ کے علاوہ کبھی دیسی گھی کا تحفہ دیتے کبھی پارچات عنایت فرماتے۔ کئی سال ہوئے وہ وفات پاچکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے' آمین۔ اب وہ قصہ سنانے لگا ہوں جو سنانا مقصود ہے۔

فقیر والی کے قریب کوئی گاؤں تھا وہاں سے ان کے کچھ معتقد جو کمبوہ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ہر سال جلسہ میں شرکت کیلئے آتے اور تین دن قیام کرتے۔ اُن لوگوں میں ایک حافظ صاحب محمد یوسف بھی تھے۔ یہ برادری امرتسر کے کسی گاؤں سے ۱۹۴۷ء میں یہاں آ کر آباد ہوگئی اور زمینیں الاٹ کرالی تھیں۔ ان دنوں حافظ محمد یوسف کی عمر تیس پینتیس برس کی ہوگی۔ حافظ صاحب بھی مجھ سے بہت مانوس ہوگئے تھے اکثر میرے کمرے میں ہی آ کر بیٹھتے ایک دفعہ اللہ والوں کے متعلق گفتگو چلی تو کہنے لگے گیلانی صاحب میں آپ کو تازہ

Marfat.com

نعمہ سناتا ہوں جو میرے ساتھ بیتا۔

ہوا یوں کہ چند ماہ گذرے ہیں' ہمارے گاؤں میں جو مسجد ہم نے خود تعمیر کی ہوئی ہے اور امامت کے فرائض بھی میرے ہی ذمہ ہیں' مغرب کی نماز کے بعد ایک اجنبی نوجوان نوافل پڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تقویٰ کا نور تھا۔ اس کی شخصیت بہت جاذب تھی۔ اس کی نماز کی کیفیت دیکھ کر میں بیٹھا رہا تا کہ نماز سے فارغ ہوتو پوچھوں کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ اگر مسافر ہے تو کچھ خدمت کرنے کا موقع حاصل کرلوں۔

بالآخر جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میں اس کے پاس چلا گیا۔ حافظ صاحب کہنے لگے جب میں اس کے قریب گیا تو اس کی ذات میں بلا کی کشش تھی اس کی آنکھوں میں ایک خاص جاذبیت تھی۔ میں نے ادب سے پوچھا ''جناب آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کسی کے مہمان ہیں یا ویسے ہی ادھر آنکلے ہیں۔'' میری بات سن کر اس نے مختصر جواب دیا۔ اس جواب میں عجیب تاثیر اور مٹھاس تھی۔ کہا بھائی ایک مسافر ہوں۔ مسافر کا سوائے خدا کے کون میزبان ہوتا ہے۔ میں نے اس وقت تفصیل مناسب نہ سمجھی۔ فوراً گھر گیا اور کھانا لا کر اس کے سامنے رکھ دیا جب کھانا کھا چکا تو اس نے شکریہ ادا کیا' تو میں نے پھر پوچھا رات کا وقت ہے یقیناً قیام ہی کا ارادہ ہوگا اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ عشاء کے وقت میں بستر ساتھ لایا اور حجرے میں چارپائی پر بستر بچھا کر کہا کہ آپ کے لیے بستر لگا دیا ہے آپ اس حجرہ میں آرام فرمائیں۔

صبح ہوئی تو وہ نماز میں شریک تھا سورج طلوع ہوا تو میں ناشتہ لے کر پہنچا۔ ناشتہ کے دوران میں نے چاہا کہ ذرا تفصیل سے بات کروں۔ میں نے بات چھیڑی کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس دور

Marfat.com

افتادہ گاؤں میں کیسے آنا ہوا؟ پھر وہی مختصر جواب کہ بھائی مسافر ہوں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ بس شہروں سے اکتا کر کسی پرسکون جگہ کی تلاش میں ہوں جسے دیکھو دنیا کے پیچھے بھاگ رہا ہے میرا ان میں جی نہیں لگتا۔ میں جب ناشتہ لے کر آیا تو وہ نوجوان زبانی قرآن پاک پڑھ رہا تھا میں سمجھ گیا کہ یہ شخص حافظ قرآن بھی ہے۔

میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے کہا اگر آپ پرسکون جگہ کی تلاش میں ہیں تو یہ ہمارا گاؤں چھوٹا سا ہے یہاں اکثریت ہماری کمبوہ برادری کی ہے یہ کھیت کھلیان سب ہماری ہی برادری کے ہیں۔ برادری کی اکثریت صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے ہماری برادری میں کئی حافظ قرآن بھی ہیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی گاؤں میں قیام رکھیں۔ یہ مسجد بھی ہماری برادری نے تعمیر کی ہے۔ میں اس کا امام ہوں۔ آپ اگر یہاں قیام کریں تو مسجد میں امامت کے فرائض بھی آپ ہی ادا کیا کریں۔ میں مسجد کا متولی ہوں آپ کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ میری بات سن کر کہا اگر آپ کی یہی خوشی ہے تو یونہی سہی۔ بس میری ایک ہی خواہش ہے کہ نماز کے علاوہ لوگ مجھ سے کوئی واسطہ نہ رکھیں۔ میں چونکہ اس کی قلندرانہ اور مجذوبانہ شان سے بہت متاثر تھا میں نے وعدہ کرلیا کہ ایسا ہی ہوگا آپ اپنی مرضی کے مطابق بسر کریں کسی کو آپ سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔

لیجئے شاہ صاحب! اس نے امامت شروع کردی۔ میں دیکھتا تھا کہ اس پر ہر وقت ایک جذب کی کیفیت طاری رہتی۔ سلام کے سوا کسی سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ وہ تھا اور اس کا حجرہ' اللہ اللہ خیر صلا۔ گیلانی صاحب دن بہ دن میری عقیدت اس کے ساتھ بڑھتی گئی اور یہ تجسس بھی بڑھتا گیا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ اس میں اتنی جذب وکشش کا سبب کیا ہے؟

Marfat.com

چونکہ میرا وعدہ تھا کہ اُس سے کوئی بے سبب بات نہیں کی جائیگی' اس لئے میرا دل بیقرار رہنے لگا اور میں خاموشی سے اس کی تمام حرکات اور کیفیات کو بغور دیکھتا رہا ایک بات جو میں نے خاص نوٹ کی وہ یہ تھی کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر جب سب نمازی چلے جاتے تو وہ حجرے سے نکل کر گاؤں سے باہر کہیں نکل جاتا پھر کافی دیر کے بعد آ کر حجرے میں داخل ہوکر اندر سے کنڈی لگا لیتا۔ آخر دل کی بیقراری کے ہاتھوں مجھ سے ایک ایسی حرکت سرزد ہوگئی کہ آج تک پچھتا رہا ہوں۔

یوں ہوا کہ ایک شب عشاء کی نماز کے بعد میں ایک جگہ روپوش ہوکر اس کے باہر نکلنے کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ حسب معمول حجرے سے نکل کر چل پڑا تو میں نے سو پچاس قدموں کا فاصلہ رکھ کر اس کا پیچھا شروع کر دیا۔

وہ کھیتوں کھیت چلتا رہا۔ پھر ایک میدان آ گیا وہاں وہ رک گیا۔ میں چونکہ کافی فاصلے سے اس کی نگرانی کر رہا تھا پتہ نہیں وہ کچھ دیر وہاں کیا کرتا رہا میں ایک درخت کی اوٹ سے دیکھ رہا تھا پھر میں نے دیکھا کہ میدان اچانک ایک موجزن دریا کی صورت اختیار کر گیا۔ وہ نوجوان بڑھا اور کپڑوں سمیت ہی اس دریا میں اتر گیا اور اسی دریا میں غائب ہوگیا میں سخت حیران تھا کہ میں یہاں کا رہنے والا ہوں یہاں تو دور دور تک کوئی دریا نہیں یہ دریا کہاں سے آ گیا؟ بہرحال میں اس کی واپسی کے انتظار میں کھڑا رہا۔

کافی دیر کے بعد وہ اس دریا سے باہر نمودار ہوا وہ دریا جو ابھی موجزن نظر آ رہا تھا پھر ایک چٹیل میدان کی صورت اختیار کر گیا۔ نوجوان کا لباس بھی بالکل خشک تھا۔ یاللعجب یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ پھر واپس گاؤں کی طرف چل پڑا تو میں پھر اسی طرح اس کے پیچھے ہولیا۔ وہ گاؤں پہنچ کر حجرے کے اندر چلا گیا

Marfat.com

اورکنڈی لگا لی اور میں حیران و ہراساں گھر آ گیا۔ رات اضطراب میں کٹی صبح نماز کیلئے مسجد میں پہنچا اس نے حسب معمول امامت کرائی تو دوسری رکعت میں اس نے عجیب وغریب معاملہ کیا۔ الحمد شریف پڑھنے کے بعد بجائے اس کے کہ قرآن پاک کی کوئی سورت پڑھتا اس نے بلند آواز سے یہ بول پڑھنے شروع کردیئے ع

باگے وچ آری اے اَگے اَگے صلے علیٰ پچھے امت ساری اے

پھر کہا موڈھے تے چادر اے: اگے اگے صل علیٰ پچھے عمرؓ بہادر اے

صبح کا وقت تھا نمازی اگرچہ کم تھے مگر سب حیران و پریشان کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس حیران کن بات کے باوجود چونکہ میں نے نماز نہ توڑی تھی کسی نے بھی نماز نہ توڑی سب نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا اور سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ میں نے ہمت کر کے پوچھا کہ حضرت کیا ہماری نماز ہوگئی ہے؟ تو اس نے کہا کیوں کیا ہوا؟ میں نے کہا آپ نے دوسری رکعت میں بجائے قرآن پاک پڑھنے کے یہ ''دوہڑے'' پڑھے ہیں۔ اس نے کہا لاحول ولاقوۃ میں نے بالکل صحیح نماز پڑھائی ہے اگر نہیں ٹھیک پڑھائی تو آپ لوگ دوبارہ پڑھ لیں۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر ناراضگی کے لہجے میں کہا آپ نے میرے ساتھ وعدہ شکنی کی ہے اور رات میری جاسوسی کرتے رہے ہیں۔ مجھے آپ نے بہت رنج پہنچایا اب میں یہاں نہیں رہ سکتا یہ کہہ کر وہ تیز قدموں سے مسجد سے نکل گیا نکلتے ہی نہ جانے کہاں غائب ہوگیا۔

شاہ جی مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت سے محروم ہوگئے۔ کاش مجھ سے اس کا پیچھا کرنے والی حرکت سرزد نہ ہوتی۔ ساری عمر کے لیے مجھے ایک افسوس لگ گیا۔

❀❀❀

Marfat.com

مولانا سید عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجذوب سے ملاقات

مولانا سید عبدالجبار غزنویؒ امرتسر کسرہ مہاں سنگھ کوچہ ڈبگراں میں رہتے تھے۔ وہیں جامع مسجد غزنویہ اور مدرسہ غزنویہ بھی تھا۔ مولانا عبدالجبار صاحب مولانا سید عبداللہ غزنویؒ کے فرزند تھے اور اپنے والد گرامی کی طرح شریعت و طریقت دونوں کے شناور۔

ہماری غزنوی خاندان سے اس لیے قربت تھی کہ مولانا عبدالجبار صاحب کے ایک بھائی مولانا سید عبدالرحیم غزنوی ریاست بہاولپور منڈی صادق گنج میں رہتے تھے۔ مولانا سید عبدالرحیم غزنوی کے ایک نواسے سید محمد شبیب صاحب تھے اور میری حقیقی بہن سیدہ حفصہ ان کے عقد میں تھیں۔ اب سید محمد شبیب صاحب مرحوم کی بیٹی صبیحہ خانم میرے بیٹے سبحان گیلانی کے عقد میں ہے ان رشتوں کے باعث دونوں خاندانوں میں رابطہ قائم ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی رشتے باہم قائم ہیں۔ اس تفصیل سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ جو قصہ میں بیان کرنے لگا ہوں وہ قصہ میں نے غزنوی خاندان کے اصحاب سے خود سنا ہے۔ اس لیے اس واقعہ کی صحت میں کوئی شبہ ممکن نہیں۔ اب وہ واقعہ سن لیجئے!

مولانا سید عبدالجبار صاحب کے معتقدین میں سے کئی حضرات نے مولانا کو یہ بتایا کہ امرتسر سے چند میل دور ایک گاؤں ''پٹنی'' میں ایک شخص مادر زاد ننگا رہتا ہے اور اکثر ننگی گالیاں بکتا رہتا ہے۔ مگر جب بھی کوئی خبر دیتا ہے تو وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔

Marfat.com

شرعی لحاظ سے تو وہ شخص لائق اعتناء نہیں مگر جہلاء کا ایک ہجوم اس کے گرد جمع رہتا ہے اور اسے اللہ کا ولی سمجھتے ہیں۔ جب اس کے متعلق پیہم خبریں مولانا نے سنیں تو ایک دن فرمایا کل صبح درس کے بعد چل کر اُسے دیکھیں گے۔ دوسرے دن درس قرآن کے بعد دوچار سمجھدار اصحاب کو ساتھ لے کر گھوڑوں پر سوار ہو کر اس گاؤں کی طرف چل پڑے۔ قابل ذکر بات یہ ہوئی کہ ادھر مولانا اپنے ساتھیوں کے ساتھ گاؤں کی طرف چلے اُدھر وہ ناگا صاحب بیقرار ہو گئے اور گاؤں والوں کو گالیاں دے دے کر پکارنے لگے: اوئے میرے لیے کپڑے لاؤ۔ لوگ پوچھنے کو آئے تو کہا جلدی سے کوئی کرتہ' کوئی تہبند لاؤ' کوئی صافہ لاؤ' جلدی کرو لوگ حیران ہو گئے کہ آج سائیں بابا کو کیا ہو گیا۔ خیر اس نے نہایا۔ لوگ کپڑے لے کر آ گئے اس نے کپڑے پہن لیے اور باادب طریقہ سے سڑک پر آ گیا۔ گاؤں والے بھی بابا سائیں کا نیا انداز دیکھ کر پیچھے پیچھے ہو لیے۔ سڑک پر پہنچ کر شہر کی جانب رخ کر لیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ادھر سے چند گھڑ سوار آ رہے ہیں۔ سائیں بابا استقبال کیلئے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ مولانا قریب پہنچ کر گھوڑی سے اترے۔ سلام، دعا مصافحہ ہوا پھر وہ انہیں لے کر ذرا دور سڑک کے کنارے پر ہی گفتگو کرنے لگے۔ اس گفتگو میں نہ اُدھر سے نہ اِدھر سے کوئی شامل ہوا۔ تھوڑی دیر باتیں ہوئیں پھر سلام دعا کے بعد مولانا سوار ہو کر ساتھیوں کے ساتھ شہر کی جانب چل پڑے اور سائیں بابا جب وہ نظروں سے غائب ہو گئے تو گاؤں کی طرف چل پڑے آتے ہی کپڑے اتار دیئے اسی طرح ننگم ننگے ہو کر گالیاں دینے میں مصروف ہو گئے۔

لوگوں نے پوچھا تو گالیوں کی بوچھاڑ کر کے انہیں بھگا دیا۔ ادھر مولانا کے ساتھیوں نے جب مولانا سے صورت حال دریافت کی اور کہا کہ حضرت اس

Marfat.com

کو آپ کی آمد کی خبر بھی نہ تھی پھر بھی کپڑے پہن کر بڑے ادب سے آپ کا استقبال کیا' یہ کیا اسرار ہے تو مولانا نے مسکرا کر جواب دیا یہ شخص واقعی مجذوب ہے۔ مجذوبوں کی کیفیت کچھ ایسی ہی ہوتی ہے۔ ان کو ان کے حال پر ہی چھوڑ دینا بہتر ہے۔ ان کی حالت ضدی اور لاڈلے بچوں کی طرح ہوتی ہے جو کسی کی سنتے نہیں اور اپنی ضد پر قائم رہتے ہیں۔ میں نے اس کے اندر جھانکا تو کوئی خرابی نہ دیکھی۔ دنیا کی محبت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ اس کا دل گہرے غار کی طرح تھا' مگر پھر بھی کہیں سے شعائیں پڑ رہی تھیں وہ انہیں شعاعوں کی لپیٹ میں ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میاں سب ٹھیک سہی! ننگے تو نہ رہا کرو۔ تو اس نے عجیب جواب دیا۔ کہنے لگا ''مولانا میں آپ کے حضور پورے ستر سے حاضر ہوا ہوں۔ کیونکہ آپ مجھے انسان نظر آتے ہیں۔ باقی رہے یہ گاؤں والے یا اور لوگ' توبہ توبہ کوئی خنزیر ہے کوئی کتا کوئی بھیڑیا۔ جب یہ انسان ہی نہیں تو ان سے ستر کیسا؟'' مولانا نے فرمایا دراصل وہ ہر شخص کو اس کے اعمال اور خصلت کے اصل روپ میں دیکھتا ہے یہاں تک پہنچ کر وہ آگے ترقی نہ کرسکا۔ وہ اب معذور ہے اگر وہ صاحب ہمت ہوتا تو آگے ترقی کر کے شریعت کے احکام کا پابند ہو جاتا۔ اصل میں انسان کی تکمیل اعلیٰ ظرفی اور بلند ہمتی سے ہوتی ہے وہ بے چارہ اس سے محروم ہے اور اپنی موجودہ حالت و کیفیت میں ہی ختم ہوگیا۔ تو پھر شکوہ کیسا؟ شکایت کیسی؟

❀❀❀

Marfat.com

منچن آباد میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر

غالباً آج سے پچیس برس پہلے گرمیوں کے دن تھے کہ مولانا مطیع الرحمان درخواستی فرزند ارجمند حضرت مولانا عبداللہ درخواستی شیخوپورہ میں اچانک میرے پاس پہنچے اور بتایا کہ بابا جی یعنی مولانا درخواستی لاہور آئے ہوئے ہیں اور مجھے یاد فرمایا ہے لہٰذا میرے ساتھ لاہور چلیں۔ اس کی تفصیل یہ بتائی کہ مولانا تقریر کے لیے لاہور آئے تھے۔ تقریر کے بعد ان کی قیام گاہ پر عقیدت مند ملنے کے لیے آتے رہے ان میں ایک ڈاکٹر صاحب بھی تھے جو میو ہسپتال میں ملازم تھے۔ حضرت نے یونہی ذکر کر دیا کہ میری پنڈلیوں پر دانے نکل آئے ہیں (یعنی چھوٹی چھوٹی پھنسیاں) اس نے کہا گاڑی میرے پاس ہے۔ آپ اگر تکلیف فرمائیں تو آپ کا خون ٹیسٹ کر لیں گے تا کہ صحیح علاج ہو سکے۔ غرض وہ حضرت کو ہسپتال لے آیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ حضرت کی آنکھ میں ''ناخونہ'' بھی ہے۔ اس نے کہا حضرت! پھنسیوں کا علاج تو معمولی بات ہے وہ بھی کر لیں گے' کیوں نہ آپ کے ''ناخونہ'' کا آپریشن کر لیا جائے۔ بہت نارمل (معمولی) آپریشن ہے۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ایک دو دن میں آپ کو ہسپتال سے فارغ کر دیا جائیگا۔ حضرت راضی ہو گئے۔ اس نے آپریشن کر دیا۔ آنکھ پر پٹی باندھ دی۔ خصوصی کمرہ میں بیڈ دے دیا۔ دوسرے دن نرس آئی تا کہ چیک کر کے سرہانے لگے چارٹ پر کیفیت لکھ دے۔ اس نے حسب معمول تھرمامیٹر

Marfat.com

حضرت کے منہ میں رکھ کر حضرت کی نبض دیکھی تو حضرت نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ ایک غیر محرم نے مجھے ہاتھ کیوں لگایا۔ وہ لوگ جو عیادت کے لیے موجود تھے بہت کہا کہ حضرت یہاں یہ مجبوری ہے۔ نرس کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ مریض کو چیک کرے۔ مگر حضرت نے کہا کہ میں یہاں نہیں ٹھہرونگا مجھے واپس لے چلو۔ ڈاکٹر صاحب کو بلوایا انہوں نے منت سماجت کی کہ آنکھ کا معاملہ ہے آپ حرکت نہیں کر سکتے مگر حضرت نہ مانے، وہ مجبور ہو گئے۔ جو لوگ حضرت کے پاس موجود تھے ان میں محمود صاحب ہوشیار پوری بھی تھے جو بانسوں کا کاروبار کرتے تھے اور ان کا کاروبار ہسپتال کے نزدیک ہی ''بانساں والے بازار'' میں تھا۔ ان کے پاس کار بھی تھی وہاں سے حضرت کو بہ احتیاط اٹھایا، کار میں بٹھایا اور بانساں والے بازار میں محمود صاحب کے بانسوں والے احاطہ میں ایک کوٹھڑی تھی وہاں بستر لگا دیا۔ اب حضرت بار بار پوچھتے تھے وہ امین گیلانی والے یہاں سے کتنی دور ہیں؟ ان کو بلاؤ۔ اس لیے صاحبزادہ صاحب شیخوپورہ میرے پاس پہنچ گئے اور میں ان کے ساتھ لاہور محمود صاحب کے بانسوں والے احاطہ میں پہنچ گیا۔ حضرت آنکھ پر پٹی باندھے آرام فرما رہے تھے۔ ملاقات ہوئی بہت خوش ہوئے اب لوگ عیادت کیلئے محمود صاحب کے احاطہ ہی میں آنے لگے میں بھی روزانہ شیخوپورہ سے آجاتا کیونکہ حضرت مجھ سے بہت مانوس تھے۔ ہنستا ہنساتا بھی رہتا تھا۔ اب یہاں وہ واقعہ سناتا ہوں جو اصل میں سنانا مقصود ہے۔ ایک دن ہم حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو اجنبی حضرات آئے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم منچن آباد سے آئے ہیں اور ہم سے ایک پریشان کن واقعہ ہو گیا ہے۔ لاہور آ کر ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت درخواستی لاہور میں ہیں تو پتہ کرتے

Marfat.com

کرتے یہاں پہنچ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج سے کچھ دن قبل حضرت کی منچن آباد میں تقریر تھی۔ آپ کی تقریر اتنی پرتاثیر تھی کہ اس جلسہ میں شریک دو آدمی جو قریبی گاؤں سے تقریر سننے آئے تھے تقریر سن کر دیوانے ہوگئے ہیں۔ ایک تو چالیس سال کا ہوگا دوسرا نوجوان ہے اور تعجب یہ ہے کہ اس سے پہلے دونوں کی آپس میں کوئی واقفیت نہ تھی مگر تقریر سن کر دونوں نے داڑھی منڈوں اور بے نمازیوں کے خلاف جہاد شروع کر دیا ہے۔ دونوں نے دو ڈنڈے خرید لیے ہیں اور اذان سننے کے بعد جو نماز کے لیے مسجد میں نہیں آتا' اس کی ڈنڈوں سے مرمت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح داڑھی منڈوں کی زدوکوب کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ منچن آباد والوں نے احتجاج کیا۔ دونوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ ہم ان کے وارث وہاں پہنچے، وہاں سے چھڑایا اور اب انہیں یہاں لاہور مینٹل ہسپتال میں داخل کروا دیا ہے۔ پتہ چلا کہ حضرت درخواستی یہاں لاہور آئے ہوئے ہیں تو سوچا ان سے مشورہ لیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

میں نے یہ سارا واقعہ حضرت کو سنایا۔ حضرت نے ان لوگوں کو پاس بلالیا اور تعویذ دیئے اور ایک روغن بنانے کا نسخہ بتایا کہ اس روغن سے ان کے سروں پر مالش کی جائے۔ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

❀❀❀

Marfat.com

مجذوب بڑھیا اور حاجی رحمت علی

حاجی رحمت علی ڈوگر مرحوم گاؤں میاں علی ڈوگراں کے رہنے والے تھے۔ یہ گاؤں خانقاہ ڈوگراں کے نزدیک تھا۔ وہیں ان کی زمین تھی اور وہاں کے نمبردار بھی تھے۔ شریف پابند صوم وصلوٰۃ زندہ دل اور ہنس مکھ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ میں بھی حضرت لاہوری سے بیعت تھا۔ اس لیے ہم مسلک ومشرب ہونے کے سبب ہماری آپس میں گہری دوستی تھی!

دس بارہ سال ہوئے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ تقسیم ہندوستان سے کچھ عرصہ پہلے وہ حج کرنے گئے۔ کہا کہ جب میں جدہ پہنچا تو اچانک ایک جگہ میں نے دیکھا کہ ایک پنجابی ضعیفہ لاٹھی ٹیک ٹیک کر چل رہی ہے۔ بڑھاپے کے باعث اس کی چال میں استقامت اور ٹھہراؤ نہیں تھا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو از خود ہی پنجابی زبان میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ اس کی اس ضعیفی اور کمزوری کے باوجود شوق حج بیت اللہ پر رشک آیا۔ خیال آیا اس بڑھیا کی مدد کرنی چاہیے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور پوچھا اماں جی آپ اس بڑھاپے میں کسی ساتھی کے بغیر اکیلی کہاں جا رہی ہیں؟ آپ جن کے ساتھ حج کو جا رہی ہیں وہ کہاں ہیں؟ بڑھیا نے میری بات کا نہایت عجیب اور دل نشین جواب دیا کہنے لگی ''وے حاجیا! کسے بندے نے کسے بندے نال کی ہونیں۔ اوہی سارے بندیاں نال اے۔'' (اے حاجی کسی بندے نے کسی بندے کا کیا ساتھ دینا ہے وہ ایک ہی سب بندوں کے ساتھ ہے۔) میں نے پوچھا اماں کدھر جا رہی ہو، کہنے لگی ''کل دی ماں اماں حوا کی قبر پر۔'' میں

Marfat.com

نے کہا میں بھی وہیں جارہا ہوں۔ اکٹھے چلتے ہیں۔ اماں بولی وے حاجیا بہن سمجھ لگی اُو اوہو ای ساریاں نال اے جنیں تینوں میرے کول بھیجیا اے چل کے چل' بھلا کر بھلا ہو۔'' چنانچہ میں اماں بوڑھی کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ آخر اماں حوا علیہا السلام کے مزار پر پہنچ گئے۔ قبر کی زیارت کی اور دعا مانگی۔ پھر بڑھیا نے مجھ سے کہا ''وے حاجیا! توں ذرا پرے چلا جا میں اماں نال دوگلاں کرلواں'' کہنے لگے میں بڑھیا کے کہنے پر ذرا دور جا کے بیٹھ گیا اور بڑھیا اماں حوا علیہا السلام کے سرہانے بالکل مزار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی اور منہ قبر کے قریب کر کے بولنے لگی۔ میرا دھیان اسی کی طرف تھا میں بڑی توجہ سے سنتا رہا۔ کہنے لگی ''اماں جی سلام علیکم معاف کریں میں اِک گل پچھنی ایں۔ اللہ میاں نے جو منع کیتا سی تے فیر تو کنک دا دانہ کیوں کھادا؟'' پھر رو کر کہنے لگی ''نہ تو کنک دا دانہ کھاندیوں نہ سانوں اے وخت پیندے۔ اچھا اماں اونیں تینوں بھی بخش دتا تے سانوں بھی بخش دیوے گا او بڑا بخشن ہارا اے۔'' پھر مجھے آواز دے کر بلالیا کہنے لگی چل وے حاجیا چلیے میں نے ہنس کر پوچھا۔ اماں بڑی اماں سے خوب باتیں کرلیں۔'' کہنے لگی ''وے جہڑی میرے دل وچ سی او کہہ دتی اے' او ساڈی ماں جو ہوئی۔'' پھر کہنے لگی'' وے حاجیا پیاس نال زبان سک دی اے کتوں برف نہیں مل سکدی؟'' میں نے کہا ''اماں جی ایس میدان وچ برف کتھوں ملے گی؟'' کہنے لگی وے حاجیا اللہ اگے کوئی گل اَوکھی نئیں۔'' اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حبشی سر پر برف کا بلاک اٹھائے آرہا ہے۔ خیال آیا اگر اس سے برف مانگ بھی لی تو کب دے گا من بھر بلاک سر سے اُتارے، پھر اس کا ٹکڑا توڑ کر ہمیں دے، ممکن نہیں۔ اس لیے خاموشی بہتر ہے مگر اس مجذوبہ کی کرامت دیکھی۔ حبشی عین جب ہمارے قریب پہنچا تو برف کا بلاک سر سے کھسک کر زمین پر آن گرا' اور اس بلاک سے کوئی پانچ سات سیر برف کا ٹکڑا الگ ہوگیا۔ حبشی نے میری طرف

Marfat.com

دیکھا اور اشارہ کیا کہ برف کا بلاک اٹھانے میں اس کی مدد کروں۔ میں نے اس سے مل کر برف کا بلاک اس کے سر پر رکھوا دیا۔ جب بلاک اس کے سر پر رکھوا دیا اور وہ برف کا ٹکڑا جب اس کے سر پر رکھنا چاہا تو اس نے اشارے سے منع کر دیا اور اشارہ کیا کہ تم رکھ لو۔ میں نے وہ برف کا ٹکڑا اپنے رومال میں لپیٹ لیا اور کچھ برف اماں کو چوسنے کے لیے دے دی۔ اماں بولی ''وے حاجیا! ویکھیاں اے میرے رب دیاں قدرتاں؟ میں کہندی نئیں ساں اُوہوئی ساریاں نال اے'' میں نے یہ ماجرا دیکھ کر دل میں پکا ارادہ کرلیا کہ میں سارے سفر میں اماں کا ساتھ نہ چھوڑوں یہ تو ولیہ ہے اور صاحب کرامت بھی!

پھر میں ہر مقام پر ہر رکن کی ادائیگی کے وقت اماں کے ساتھ رہا اور وہ اپنی کانپتی آواز میں باتیں کرکر کے میرا ایمان تازہ کرتی رہی۔ پھر جب مکہ شریف سے مدینہ پاک کو جانا تھا تو کہنے لگی ''وے حاجیا' جا مدینے شریف جانے والی کسی بس کی ٹکٹیں لے آ و'' جہاں ہمارا قیام تھا وہاں سے قریب ہی مدینہ شریف جانے والی بسیں جا رہی تھیں۔ میں نے جو بس جانے کو تیار تھی اس کے دو ٹکٹ خرید لیے اور اماں کو لینے کے لیے بھاگا اگرچہ فاصلہ کچھ زیادہ نہ تھا مگر اماں سے تیز چلنا ممکن نہ تھا۔ آہستہ آہستہ لرزیدہ لرزیدہ چل رہی تھی۔ میں نے کہا اماں جی ذرا جلدی قدم اٹھائیں' بس والا بالکل تیار تھا وہ ہمارا انتظار نہیں کرے گا اور روانہ ہو جائیگا۔ کہنے لگی'' حاجیا! فکر نہ کر' سانوں چھڈ کے نئیں جاندا جدھے کول چلے آں اوہ آپے ہی ساڈا خیال رکھے گا۔'' (جس کے پاس چلے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ خود ہی ہمارا خیال رکھیں گے۔) بہرحال میرے دل میں سخت اندیشہ تھا کہ اس رفتار سے تو ہم بس نہیں پکڑ سکتے۔ ٹکٹ بھی ضائع ہو جائیں گے اور دوسری بس لینی پڑے گی۔ مجھ پر لمحہ لمحہ گراں گزر رہا تھا۔ خدا خدا کر کے جب بس کے مقام پر پہنچے تو بس موجود تھی اور بس والے جھنجھلا جھنجھلا کر انجن کو دیکھ رہے تھے کہ اسٹارٹ کیوں نہیں ہو رہا۔

Marfat.com

جب میں نے اماں کو سہارا دیکر بس پر چڑھا دیا اور اسے سیٹ پر بٹھا دیا تو انجن فوراً اسٹارٹ ہوگیا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ اماں تو واقعی اللہ میاں کی لاڈلی معلوم ہوتی ہے۔

ایمان سے کہیے یہ قصہ پڑھ کر ایمان تازہ ہوا کہ نہیں!

❀❀❀

Marfat.com

ایک مجذوب یتیم بچہ

پہلے تو میں اس واقعہ کے راوی ڈاکٹر سید حسین علی صاحب مرحوم کا تعارف کراتا ہوں تاکہ راوی کی ثقاہت کے پیش نظر آپ اس قصے کا یقین کرسکیں!

ڈاکٹر صاحب پیشہ کے لحاظ سے تو ڈاکٹر تھے اور مین بازار شیخوپورہ احاطہ بلدیو سنگھ میں ان کا کلینک تھا۔ ان کا مکان ہمارے محلّہ جناح پارک میں ہی تھا۔ وہ ہوشیار پور کے ایک گاؤں سے ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے شیخوپورہ میں آباد ہوگئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ نہایت ثقہ وشریف پابند صوم وصلوٰۃ انسان تھے۔ اس وقت ان کی عمر پچاس برس کے لگ بھگ ہوگی کہ ایک روز عصر کی نماز کے بعد مسجد ہی میں بیٹھے تھے کہ باتوں باتوں میں انہوں نے مندرجہ ذیل واقعہ سنایا:

فرمایا ''اس وقت میری عمر آٹھ نو برس کی ہوگی ہمارے گاؤں میں ایک ضعیف عورت رہتی تھی۔ ہمارے ہوش سے پہلے اس کا خاوند وفات پاچکا تھا اور اس کا صرف ایک لڑکا تھا۔ وہ بھی قریباً میری ہی عمر کا ہوگا۔ وہ لڑکا نیم پاگل تھا بے تکی باتیں کرتا۔ منہ سے ہر وقت رال ٹپکتی رہتی۔ گویا اس کی حالت ایسی تھی کہ وہ بوڑھی ماں کا سہارا بننے کی بجائے خود ماں کے سہارے کا محتاج تھا۔ ماں بیٹے دونوں معذور' آمدن کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ لوگوں کی امداد پر گزر بسر ہو رہی تھی۔ مگر وہ عورت نماز روزہ کی پابند تھی۔ روزانہ قرآن پاک تلاوت کرتی۔ رو رو کر

Marfat.com

دعائیں کرتی رہی۔ کہتی ''میرے اللہ! میرے میاں کو اٹھالیا' بچہ دیا تو جھلا اورناکارہ' کاش یہ بچہ اس قابل ہوتا کہ میرا آسرا بنتا۔ اللہ میاں تو بے نیاز بادشاہ ہے۔ مجھ بیوہ اور بڑھیا پر رحم فرما' اپنی قدرت سے ہماری روزی کا کوئی سامان کردے۔''

وہ مجذوب بچہ روزانہ ماں کی گریہ وزاری دیکھتا اور اس کی فریاد سنتا۔ کبھی کبھی کہتا ماں نہ رویا کر اللہ بادشاہ ہے تو وہ ضرور ہمیں ڈھیر سارے پیسے دیگا۔ اس بیچارے سے اپنی ماں کی گریہ وزاری نہ دیکھی جاتی۔ ایک دن جب اس کی ماں رو رو کر دعائیں مانگ رہی تھی تو اُس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ روتی ماں سے آنکھ بچا کر طاق میں سے قرآن پاک اٹھا کر باہر نکل گیا۔ ماں دکھیا کو کچھ پتہ نہ چلا کہ بچہ قرآن پاک لے کر باہر چلا گیا ہے۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد جب بچہ واپس آیا تو ماں حیرت میں گم ہوگئی۔ اس نے اپنی تہبند میں باندھ کر ڈھیر سارے روپوں کی گٹھڑی سر پر رکھی ہوئی تھی۔ اس گٹھڑی پر قرآن پاک رکھا ہوا تھا اور گٹھڑی دکھا کر بولا'' اب تو رویا نہ کر۔ دیکھ اللہ بادشاہ نے کتنے روپے دے دیئے۔ اب یہ روپے خرچ کرلیا کر۔'' وہ حیران ہو کر پوچھنے لگی ''ارے پاگل یہ کس کے روپے اٹھا لایا ہے؟'' اتنے میں دستک ہوئی۔ وہ بڑھیا باہر بھاگی کہ جس کے یہ روپے ہیں وہ آ گیا۔ بولی بھائی میں تو پہلے ہی اسے کہہ رہی تھی ارے یہ اتنے روپے کہاں سے اٹھا لایا۔ بھائی تیری امانت پڑی ہے آ کر اٹھالے اس آدمی نے بڑے جذبے سے کہا ''اماں تیرا بیٹا چور نہیں یہ تو ولی ہے۔'' وہ اندر آ کر بیٹھ گیا اور کہا اماں میں تجھے آنکھوں دیکھا سب حال سناتا ہوں۔

''میں فلاں گاؤں گیا ہوا تھا اب واپس اپنے گاؤں آ رہا تھا۔ تو میں نے اپنے گاؤں سے باہر دیکھا کہ تمہارا یہ بیٹا درخت کی موٹی اور مضبوط شاخ پر سر پر

Marfat.com

قرآن اٹھائے بیٹھا ہوا ہے۔ جب میں نزدیک آیا تو میں نے سنا یہ کہہ رہا تھا ''میری ماں کہتی ہے کہ اللہ بادشاہ ہے اگر تو بادشاہ ہے تو میری ماں کو پیسے کیوں نہیں دیتا؟ وہ روتی رہتی ہے تجھے ترس کیوں نہیں آتا؟ مجھے تو اپنی ماں پر بہت ترس آتا ہے تو بادشاہ ہو کر اس کی مدد کیوں نہیں کرتا؟ اگر تو بادشاہ نہیں ہے تو یہ تیرا قرآن میرے سر پر ہے۔ اس پر ہاتھ رکھ کر کہہ دے میں بھی تمہاری طرح غریب ہوں تمہیں پیسے کہاں سے دوں پھر ہم تجھ سے نہیں مانگیں گے۔ اگر تو واقعی بادشاہ ہے تو میری بوڑھی ماں کو نہ رلایا کر اسے پیسے دیدے۔''

آہ اس کی یہ معصومانہ باتیں سن کر اللہ کی رحمت جوش میں آ گئی اور درخت سے چھنا چھن روپے زمین پر برسنے لگے۔ میرے دل میں بھی لالچ آ گیا۔ میں جب روپے اٹھانے لگتا تو وہاں سے روپے غائب ہو جاتے۔ مگر جب یہ بچہ قرآن کو سنبھالے درخت سے اترا تو اس نے اپنا تہبند اتار کر صرف کرتہ ہی پہنے رکھا اور روپے اُٹھا اُٹھا کر تہبند میں ڈھیر لگا لیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مال اسی کا ہے کوئی دوسرا نہیں لے سکتا۔

یہ صورتحال دیکھ کر اس بچے کی محبت سے میرا دل لبریز ہو گیا۔ اسی لئے گواہی دینے کے لیے میں آپ کے دروازے پر آ گیا۔ تیرا بیٹا ولی ہے ولی۔ یہ واقعہ سن کر بڑھیا بھی حیران رہ گئی۔ پھر اس بچے کی اتنی شہرت ہوئی کہ دور دور سے لوگ اس کی زیارت کو آنے لگے اس سے دعا کے طلبگار ہوئے۔ نذرانے دیئے اور اللہ تعالیٰ نے واقعی اس توتلے نیم پاگل بچے کی زبان میں وہ تاثیر پیدا کر دی کہ سب تعجب کرتے اور اس بڑھیا کو عزت دولت شہرت سب کچھ مل گیا۔

واقعی اللہ بادشاہ ہے۔

❀❀❀

Marfat.com

مکھو جان صاحب جان

امرتسر کٹڑہ بھگیاں میں ایک پرانی حویلی تھی جسے رانی کی حویلی کہتے تھے۔ اس حویلی میں میری خالہ جان رہتی تھیں اور میری والدہ مرحومہ اکثر بہن سے ملنے جایا کرتی تھیں۔

جب میں نے کچھ ہوش سنبھالا یعنی چار پانچ سال کی عمر ہوگئی تو والدہ مرحومہ کے ساتھ خالہ مرحومہ کے گھر جاتے ہوئے پہلے ایک پرانی بلڈنگ آتی تھی۔ اس کے برآمدے میں گوری چٹی بھاری جسم کی دو عورتیں لیٹی ہوتی تھیں۔ دونوں کو اپنا کوئی ہوش نہیں تھا۔ مگر بولتی رہتی تھیں۔ آپس میں نہیں بلکہ کسی نادیدہ ذات کے ساتھ مخاطب رہتیں۔ وہ اس نادیدہ ہستی سے کبھی سوال کرتیں کبھی جواب دیتیں۔ میں بڑا ہوتا گیا تو جب بھی خالہ جان کے ہاں جاتا تو چند منٹ اِن دیوانی عورتوں کی باتیں ضرور سنتا ایسے معلوم ہوا کرتا جیسے وہ بھرے گھر میں دوسرے احباب سے باتوں میں لگی ہوئی ہیں۔ سنا ہے کہ بڑی کا نام مکھو جان تھا۔ میرا خیال ہے کہ مختار جان سے مکھو جان بن گیا۔ دوسری کا نام صاحب جان تھا۔ بڑے بوڑھے بتاتے تھے کہ یہ دونوں حقیقی بہنیں ہیں۔ امیر کبیر لوگ تھے مگر اچانک کوئی آفت آپڑی ٹھاٹھ باٹھ غارت ہوگیا اور بالکل کنگال ہوگئے۔ اسی صدمے کے باعث تھوڑے وقفہ میں میاں بیوی وفات پا گئے اور دونوں بہنیں پاگل ہوگئیں۔ تن من کا ہوش نہ رہا لوگ کچھ کھانے پینے کی چیزیں رکھ جاتے تھے۔ جب بھوک پیاس ستاتی تو خود ہی کھا پی لیتیں۔

وہ براہ راست کسی سے بات نہیں کرتی تھیں۔ بس ہوا میں جملے چھوڑ

Marfat.com

دیتیں۔ میں نے خود بارہا مشاہدہ کیا کہ کسی نادیدہ مخلوق سے باتیں کرتی رہتی تھیں۔ ان کے تصور میں کون رہتا تھا؟ کسی کو بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ لطف تو یہ تھا کہ سگی بہنیں ہوتے ہوئے بھی آپس میں کوئی بات نہیں کرتی تھیں۔ لوگ محسوس کرنے لگے کہ کبھی کبھی ان کی دی ہوئی اطلاع درست نکلتی ہے۔ اگرچہ کسی کو مخاطب تو نہیں کرتی تھیں، بس جب کوئی پاس سے گزرتا یا کوئی کھانے پینے کے لیے کوئی چیز لے کر آتا تو بغیر کسی کا نام لیے یا مخاطب کیے کچھ کہہ دیتیں ''لو فلاں نے ایسا کیا۔ فلاں نے ویسا کیا'' تو بعد میں معلوم ہوتا کہ واقعی ان کے کہنے کے مطابق وہی کچھ ہوا ہے۔ اب میں اپنے گھر کی بات بتاتا ہوں میرے سب سے بڑے بھائی سید فخر الدین مرحوم کی شادی میری اسی خالہ کی بیٹی سے ہوئی تھی جو رانی کی حویلی میں رہتی تھی۔ ایک دن بھائی صاحب بیوی کو لے کر خالہ صاحبہ کے ہاں گئے جب میاں بیوی تانگے سے اتر کر گھر جا رہے تھے تو ان دیوانیوں میں سے ایک نے بلند آواز سے کہا ''نی سوٹ کیس ٹانگے وچ ای چھڈ آئی ایں۔'' (ارے سوٹ کیس تانگے میں بھول آئی ہو) بھاوجہ نے دیکھا تو میاں خالی ہاتھ تھے۔ کہا سوٹ کیس کہاں ہے؟ تو جناب بھائی صاحب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ گھر چونکہ اب بہت قریب تھا۔ بیوی سے کہا تم چلو میں تانگہ تلاش کر کے سوٹ کیس لے آؤں کیونکہ اس میں زیور بھی تھے اور کپڑے بھی! بھائی صاحب بھاگم بھاگ جہاں سے پیدل چلے تھے وہاں پہنچے تو تانگہ وہاں نہیں تھا نگاہ دوڑائی تو ذرا دور تانگے والا پانی کے حوض سے گھوڑے کو پانی پلا رہا تھا۔ بھائی صاحب نے تانگے میں سے سوٹ کیس نکالا اور خدا کا شکر کیا۔ بھائی صاحب جب سوٹ کیس لے کر گھر پہنچے تو بھاوجہ صاحبہ نے بتایا کہ دراصل مجھے اِس دیوانی نے آواز دی تھی ''نی سوٹ کیس ٹانگے وچ چھڈ آئی ایں۔''

یہ مجذوب بعض اوقات دور کی بات کو بالکل قریب دیکھ لیتے ہیں۔

❀❀❀

Marfat.com

ایک سفر کی حکایت

یادنہیں میں کہاں سے آرہا تھا اور کدھر جارہا تھا کیونکہ واقعے کو ایک عرصہ بیت چکا ہے۔ مگر جو بھولنے والی بات نہ تھی وہ اب تک نہیں بھولی۔

مجھے یاد ہے سب ذرا ذرا

سورج غروب ہو چکا تھا اور رات کا آغاز ہوگیا تھا میں بس میں سفر کر رہا تھا۔ میری سیٹ پر میرے ساتھ ایک تیس پینتیس برس کا ایک صحت مند آدمی بیٹھا تھا۔ اِس مسافر نے کنڈیکٹر سے کہا مجھے فلاں گاؤں سے اتنے میل پیچھے، جہاں گھنا جنگل ہے وہاں اتار دینا۔ کنڈیکٹر نے کہا نہیں بھائی یہ نہیں ہوسکتا۔ میں تو تمہیں آگے جا کر اڈے پر ہی اتاروں گا، جہاں کا تم نے ٹکٹ لیا ہوا ہے۔ مسافر نے کہا یار تمہارا کیا حرج ہے ایک ذرا بریک لگے، میں چھلانگ لگا دونگا۔ مگر کنڈیکٹر برابر انکار کرتا رہا۔ بالآخر مجھے مداخلت کرنی پڑی۔ میں نے کہا یار تم اسے اس کی مطلوبہ جگہ پر اتار دو تو یہ غریب کئی میل واپس آنے سے بچ جائیگا۔ کنڈیکٹر نے مجھ سے کہا مولوی صاحب !وہاں دور دور تک کوئی آبادی نہیں جنگل ہی جنگل ہے۔ وہاں میں بس رکوا دوں تو ڈاکہ پڑ سکتا ہے۔ ممکن ہے یہ شخص ان کا ساتھی ہو اور ہم مارے جائیں۔ کنڈیکٹر کی بات بھی مجھے معقول معلوم ہوئی۔ یہ کہہ کر کنڈیکٹر چلا گیا تو میں نے اپنے رفیق سفر سے پوچھا بھائی وہاں کیوں اترنا چاہتے ہو، جہاں نہ موڑ نہ اڈا نہ گاؤں اور جنگل ہی جنگل ہے۔

اس مسافر نے پریشانی کے عالم میں مجھ سے کہا مولوی صاحب !جہاں میں اترنا چاہتا ہوں واقعی جنگل ہے۔ مگر میری مجبوری بھی دیکھیں واقعہ یہ ہے!

Marfat.com

میں کچھ دن ہوئے دن کو اسی جنگل سے ایک ضرورت کی وجہ سے گزرا تو میں نے درختوں کے ایک جھنڈ میں حال مست فقیر کو دیکھا جو گدڑی بچھائے لیٹا ہوا تھا۔ بہت کمزور اور لاغر، زمانے سے بے خبر۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ بلایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پوچھا تو خاموش رہا۔ بار بار پوچھنے پر اتنا کہا بھلے آدمی جا اپنا راستہ لے' دنیا سے تنگ آ کر تنہائی اختیار کی تھی تو یہاں بھی آ گیا۔ پھر میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا اٹھ کر اپنے گاؤں آ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈل دی کہ میں نے اس کی روٹی تیرے ذمے لگا دی ہے۔ بس اس دن سے میں اسے جنگل میں دونوں وقت روٹی پہنچاتا ہوں۔ وہ خاموشی سے کھانا کھا لیتا ہے میں واپس آ جاتا ہوں میرے گاؤں سے اس جنگل کا فاصلہ سات آٹھ میل ہوگا۔ آج کسی وجہ سے دیر ہوگئی اس لیے وہ انتظار کر رہا ہوگا۔ ادھر کنڈیکٹر مان نہیں رہا'' اس کی یہ داستان سن کر میں بہت متاثر ہوا۔ جی میں سوچا اے اللہ تیری عجیب شان ہے۔ ایک کو جنگل میں بٹھا دیا، ایک کے ذمے اس کی روٹی لگا دی۔ میں فوراً اٹھا کنڈیکٹر کے پاس گیا اور کہا بھائی اس کے پاس ایک پوٹلی میں روٹی ہے جنگل میں ایک مست ہے۔ اسے پہنچانی ہے۔ ذرا بریک لگوا دینا' کچھ نہیں ہوتا۔ کنڈیکٹر میری مان گیا۔ دو منٹ کے بعد مطلوبہ جگہ آ گئی۔ کنڈیکٹر نے بس رکوا دی وہ مسافر میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے اتر گیا۔

❀❀❀

Marfat.com

ایک قلندر ایک مجذوب

میں صبح صبح ہی ملتان پہنچ گیا اور سید عطا اللہ شاہ صاحب بخاری سے ملنے کیلئے ان کے مکان پر حاضر ہوگیا۔ شاہ جی تنہا ہی بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا آج میں بہت اُداس تھا۔ اچھا ہوا تم آ گئے۔ پھر باتوں میں وقت گزرتے خبر ہی نہ ہوئی اور شاہ جی اچانک چونک کر کہنے لگے'' امین حد ہوگئی ابھی تک نہ خود ناشتہ کیا نہ تمہیں پوچھا'' پھر آوازیں دیں: عبدالرحمان، عبدالرحمان۔ اندر سے آٹھ دس سالہ بچہ آیا جو بیوی صاحبہ سے قرآن پاک پڑھتا تھا۔ اس سے کہا اندر جا کر اماں سے کہو شیخوپورہ سے گیلانی صاحب بھی آئے ہوئے ہیں ناشتہ بھیجیں۔ وہ اندر گیا تھوڑی دیر میں ڈھکا ہوا ٹرے لا کر سامنے رکھ دیا۔ رومال اٹھایا تو دو پیالیاں اور چینک تھی بس ساتھ کھانے کو کچھ نہ تھا۔ شاہ جی نے پھر آواز دی۔ لڑکا آیا تو کہا بھئی ساتھ کھانے کو کچھ نہیں بھیجا؟ وہ پھر گیا اور واپس آ کر کہنے لگا اماں جی کہتی ہیں کہ گھر میں کھانے کی کوئی شئے نہیں۔ آپ نے فرمایا رات کی باسی روٹی کا ٹکڑا ہی لے آؤ۔ اس نے آ کر کہا وہ بھی نہیں ہے۔ شاہ جی نے ایک آہ بھری اور دونوں پیالیوں میں چائے ڈال دی۔

اُسی وقت اُدھیڑ عمر، کھدر کے میلے سے کپڑوں میں ملبوس، ایک آدمی تیزی سے پہنچا اور ہاتھ میں جو پوٹلی تھی، السلام علیکم کہہ کر شاہ جی کی گود میں پھینک دی۔ شاہ جی نے وہ پوٹلی کھولی تو اُس میں بہترین قسم کی تازہ کھجوریں تھیں۔ شاہ جی نے کچھ رکھ کر باقی اندر بھیج دیں اور ایک خالی پیالی منگوا کر اس آدمی کو چائے دی اور ملتانی زبان میں خیر خیریت دریافت کی۔ اتنے میں وہ کپڑا جو میلا سا صافہ

Marfat.com

تھا جس میں کھجوریں تھیں، وہ لڑکا واپس لے آیا۔ شاہ جی نے وہ کپڑا لے کر اس کے چاروں کونے ٹٹولے۔ پھر اس شخص سے پوچھا آج کچھ نہیں۔ اس شخص نے کہا ضرور ہے۔ شاہ جی نے کہا ''نہیں نہیں میں نے اس لیے کونے ٹٹولے تھے کہ پھر آپ ناراض ہو جاتے ہیں۔''

اس آدمی نے چائے ختم کی اور وہ رومال لیا۔ جس طرح آیا تھا اٹھ کر چل پڑا۔ ابھی دروازے تک گیا تھا تو شاہ جی نے آواز دی ''میرے لیے دعا کرنا'' وہ فوراً پلٹا اور شاہ جی کے پیچھے کھڑے ہو کر ان کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کان میں کہا ''سید! آج رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوں گا تو ضرور عرض کروں گا۔'' (اَج رسول اللہ ﷺ دے دربار وچ حاضر ہُوساں تے ضرور عرض کریساں!'') اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ میں نے شاہ جی سے پوچھا یہ کون شخص تھا؟ عجیب انداز تھے اس کے! شاہ جی نے کہا یہ باوا لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسے ہی اچانک پہنچ کر میرے کام آتا ہے۔

پچھلے دنوں آیا تو اسی طرح کپڑے میں کوئی چیز تھی۔ میں نے اندر بھجوا دی جب کپڑا خالی ہو کر آیا تو میں نے کپڑا واپس کر دیا۔ اس رومال کے ایک کونے کو گرہ لگی ہوئی تھی۔ وہ کونہ پکڑ کر ناراضی سے کہنے لگا ''یہ کیوں نہیں رکھی؟'' میں نے جلدی سے وہ رومال لیا اور گرہ کھولی تو اس میں ایک چونی تھی۔ وہ میں نے لے لی اور وہ اب تک تبرکاً میری جیب میں ہے۔ پھر یہ خوش ہو گیا۔ آج بھی میں نے اسی لیے رومال کے کونے دیکھے تھے تاکہ کچھ ہو تو رکھ لوں ورنہ خفا ہو گا!

جس نے یہ کہا ہو'' اَج رسول اللہ ﷺ دے دربار وچ حاضر ہوساں تے عرض کریساں''

وہ یہ کہنے والا مجذوب نہیں تھا تو کون تھا؟ آپ ہی بتائیں!

❀❀❀

Marfat.com

اوکاڑہ میں ختم نبوتؐ والوں کا جلسہ

اُس سے پوچھا نہ گیا نام و نشاں تک اُسکا
رسم و رہ اُس سے کسی طرح بڑھائی نہ گئی

رات کو اوکاڑہ شہر کے ایک چوک میں ختم نبوت والوں کا جلسہ تھا۔ جب نصف شب کے قریب میں نظم پڑھ کر اسٹیج سے اترا اور جلسہ گاہ سے باہر آ گیا تو وہ لپک کر آیا اور مجھ سے بغلگیر ہو کر کھلکھلا کر ہنسا جیسے وہ کوئی میرا پرانا دوست ہو اور میں اسے مدت کے بعد نظر آیا ہوں۔

جب وہ معانقہ کر کے ہٹا تو میں نے اسے دیکھا۔ گھنگھریالے بالوں والے بڑے سے سر پر کھدر کی ٹوپی تھی۔ کھدر کا کرتہ اور تہبند بھی کھدر کا۔ پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں' حلیہ شرعی، ماتھے پر بڑا سا سجدوں کا نشان، بشرے پر خوشی کے آثار' آنکھوں میں محبت کا نشہ' باتوں میں دبنگ پن' مجذوبوں جیسی ادائیں، مجھ سے عاشقانہ انداز میں کچھ باتیں کیں۔ پھر میرا بازو پکڑ کر، جہاں ذرا اندھیرا تھا، وہاں لے گیا۔ ایک روپے کا سکہ میری جیب میں ڈال کر کہا'' میرے لیے دعا کریں۔ میں بھی آپ کے لیے دعا کروں گا'' پھر مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھا اور مجھے حیران چھوڑ کر تیز تیز قدم اٹھا کر چلا گیا اور میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

وہ شخص بہت دنوں تک میرے ذہن پر چھایا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ فراموش ہو گیا۔ ایک سال کے بعد چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں رات کے اجلاس میں نظم پڑھ کر اترا تو وہ پھر پھرتی سے میرے سامنے آ گیا اور پہلے والے انداز سے ملا

Marfat.com

دعائیں دیتا رہا۔ پھر مجھے الگ لے جا کر ایک روپیہ دیا۔ اس سے قبل کہ میں تعارف کیلئے کہتا، وہ جس پھرتی سے آیا تھا، اُسی پھرتی سے واپس چلا گیا۔ میں سوچتا رہ گیا' یہ کوئی مجذوب سا شخص ہے، جو ایک روپیہ اور دعائیں دیکر چلا جاتا ہے۔ پھر غالباً ایک سال کے بعد سرگودھا ختم نبوت کانفرنس میں ملا وہی انداز وہی محبت وہی دعائیں! پھر ذرا اندھیرے میں لے جا کر جیب سے ایک روپیہ نکال کر دیا اور جلدی سے پلٹ کر غائب ہوگیا میں اُس سے پھر کچھ نہ پوچھ سکا۔ پھر آج تک وہ مجھ سے نہیں ملا مجھے کبھی کبھی اس کا ضرور خیال آجاتا ہے۔

شاید وہ اللہ کو پیارا ہو چکا ہے!

''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔''

❀❀❀

Marfat.com

شہدہ

ہمارے ہاں تو یہ لفظ دشنام کے طور پر استعمال ہوتا ہے یعنی لفنگا آوارہ۔ مگر سرائیکی زبان میں ''شہدہ'' اُسے کہتے ہیں جس کا کوئی نہ ہو، نہ ماں باپ، نہ آل واولاد، یعنی اُسے سنبھالنے والا کوئی نہ ہو۔

حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ تقریر میں یہ واقعہ سنایا تھا۔ آپ بھی سن لیں۔ فرمایا ''ایک سرائیکی مجذوب بارش کے دوران کیچڑ بھری سڑک پر تیز رفتاری سے جارہا تھا۔ اچانک پاؤں پھسلا اور گر کر کیچڑ میں لت پت ہوگیا۔ غیب سے آواز آئی ''شہدہ'' وہ فوراً اٹھا اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہا'' کیوں جی شہدہ میں ہوں یا تم ہو؟ لَمَ یَلِدوَلَمْ یُوْلَدْ میں کیوں شہدہ؟ میرے تم تو ہو!''

پھر ہنستا ہوا اسی حال میں بھاگنے لگا۔

یہ ناز و انداز کی باتیں انہیں لوگوں کا حصہ ہے کوئی اور کرے تو کافر و مردود!

❀❀❀

Marfat.com

میرے پیچھے فرشتے نماز پڑھتے ہیں

امرتسر کا ہال بازار شہر کا مرکزی بازار تھا۔ کوتوالی سے لے کر ہال دروازے تک دو تین فرلانگ کا فاصلہ ہوگا وہ گلے میں گھنٹیوں کا ہار کمر میں سامنے کی طرف دونوں ٹانگوں کے درمیان جیسے اونٹوں اور بیلوں وغیرہ کے گلے میں ڈھولنا ہوتا ہے وہ باندھے ہوئے کلائیوں اور ٹخنوں میں گھنگرو باندھے ہوئے ایک میلے چکٹ لمبے کرتے میں ملبوس صبح سے لے کر شام تک ہال دروازے سے کو توالی تک اور کوتوالی سے ہال دروازے تک مسلسل چکر لگاتا رہتا اُسے کبھی کہیں بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا نہ کسی سے کچھ مانگتا نہ بولتا بس اپنے گھنگروں کی چھنا چھن اور ڈھولنے کی ڈھم ڈھم میں مست رہتا جب وہ آ رہا ہوتا تو دور سے معلوم ہو جاتا کہ وہ البیلا مست آ رہا ہے۔

ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس بازار کی حفاظت پر مامور ہے۔ گرمیاں ہوں یا سردیاں وہ اپنی ڈیوٹی برابر دیتا رہتا۔ روزانہ دیکھنے والے تو اب اُس کی طرف متوجہ بھی نہ ہوتے تھے۔ ہاں مسافر یا اجنبی ضرور اُسے ایک دو دفعہ مڑ کر دیکھتے تھے مگر وہ تو سب سے بے نیاز اپنے چکر لگاتا رہتا۔

گرمیوں کے دن تھے۔ میں اپنے ماموں جان کی دکان پر بیٹھا تھا کہ ظہر کی اذان ہوگئی اُن کی دکان مسجد سکندر خاں کے نیچے تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا مسجد کے اندر جماعت کھڑی ہوگئی ہوئی تھی اور وہی مجذوب گھنٹیوں اور گھنگروں سے سجا سجایا اس سے آگے کی عبارت غائب ہے۔

❀❀❀

Marfat.com

پٹائی کرنے والے بہاولپوری مجذوب

بہاولپور غلہ منڈی میں عشاء کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کا جلسہ تھا۔ ہزاروں کا مجمع تھا اور ختم نبوت کے موضوع پر میری نظم تھی۔ وقفہ وقفہ سے جوش میں آ کر لوگ نعرہ تکبیر اور ختم نبوت زندہ باد کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

اچانک ایک مست قلندر اُٹھا اور حق حق کے نعرے بلند کرتا ہوا اپنی چھڑی سے لوگوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ جلسہ میں ہلچل مچ گئی کچھ جوانوں نے اُسے پکڑ لیا اور زورا زوری بٹھا دیا وہ کچھ دیر حق حق کہہ کر خاموش ہو گیا میری نظم جاری تھی تھوڑی دیر کے بعد پھر کسی شعر پر نعرے بلند ہونے لگے لوگ نظم کی تاثیر کے باعث اُس مست کی پہلی کارروائی بھول چکے تھے۔ وہ پھر جوش میں اُٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ اب اُس کا جلسہ میں بیٹھنا خطرناک تھا اس لئے کچھ نوجوانوں نے اُسے گرفت میں لے لیا وہ اگرچہ جوش میں حق حق کہہ کر اُن کے ہاتھوں سے نکل نکل جاتا تھا۔ بہرحال اُسے جلسہ گاہ سے دور ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔

اِن لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے انہیں معذور سمجھنا چاہئے۔ مسجد کے صحن میں جہاں کڑکتی دھوپ تھی تنہا نماز پڑھ رہا تھا۔ میرے وضو کرنے تک اُس کی نماز ختم ہو گئی تھی۔ میں نے کہا سائیں بابا آپ جماعت میں کیوں شریک نہ ہوئے؟ اُس نے مجھے ایک عجیب جواب دیا اور سیڑھیاں اُتر کر اپنی ڈیوٹی ادا کرنے لگ گیا۔

پتہ ہے اُس نے مجھے کیا جواب دیا؟ کہنے لگا میں اس امام کے پیچھے کیوں نماز پڑھتا میں تو خود فرشتوں کی جماعت کی امامت کر رہا تھا۔ تمہیں نظر نہیں آیا؟

اللہ جانے سچ تھا یا جھوٹ

Marfat.com

مصنف کی دیگر کتب

تین بزرگ

❀ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

❀ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

❀ حافظ الحدیث عبداللہ درخواستیؒ

وہ دیکھ! کالی کملی کیا حسیں معلوم ہوتی ہے

(نعتیہ مجموعہ)

میں ہوں غلام ان کا

(نعتیہ مجموعہ) (دوسرا ایڈیشن)

حدیثِ خواب

(نثر) (دوسرا ایڈیشن)

مکتبۃ الحسن

Marfat.com